لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

وفا ۱۳۹۱ ہش
جولائی ۲۰۱۲ء

رمضان نمبر

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

جماعت احمدیہ ممباسہ۔ کینیا کی ۱۹۴۰ء کی ایک نایاب تصویر

دائیں سے بائیں کرسیوں پر: ڈاکٹر محمد طفیل صاحب ڈار۔ قاری محمد یٰسین صاحب۔ ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی۔ ڈاکٹر احمد دین صاحب۔ عبدالکریم صاحب ڈار۔ مختار احمد صاحب ایاز۔

فرش پر: بچی (بنت قاری محمد یٰسین صاحب)۔ محمد معین خان (ابن ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب)۔ محمد شریف خان (ابن ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب)۔ بچہ (ابن قاری محمد یٰسین صاحب)۔

جماعت احمدیہ امریکہ کی بنگلہ ڈسک کی پہلی اور تاریخی میٹنگ میں شامل ہونے والے ممبران

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النــــور

(2:258)

جولائی 2012

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ ۝

(سورة الواقعة : 75)

پس اپنے ربِّ عظیم کے نام کے ساتھ تسبیح کر۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 65}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

(سورۃ الفلق)

تُو کہہ دے کہ میں (چیزوں کو) پھاڑ کر (نئی چیز) پیدا کرنے والے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اُس کے شرّ سے جو اس نے پیدا کیا۔ اور اندھیرا کرنے والے کے شرّ سے جب وہ چھا چکا ہو۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شرّ سے۔ اور حاسد کے شرّ سے جب وہ حسد کرے

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ :

اس چھوٹی سی سورت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ فَــلَــق کے نیچے باریک در باریک حکمتیں رکھی ہیں اور انسان کو ترقی کی راہ بتائی ہے کہ دیکھو جب کوئی چیز میرے قبضۂ قدرت اور ربوبیت کے ماتحت آجاتی ہے تو پھر وہ کس طرح ادنیٰ اور ارذل حالت سے اعلیٰ اور اعلیٰ بن جاتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو مدِّ نظر رکھ کر اور اس کی کامل قدرت کا یقین کر کے اور اس کے اسماء اور صفات کاملہ کو پیش نظر رکھ کر اس سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے بڑھاتا اور ترقی دیتا ہے۔ مجھے ایک دفعہ ایک نہایت مشکل امر کے واسطے اس دعا سے کام لینے سے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں لاہور گیا میرے آشنا نے مجھے ایک جگہ لے جانے کے واسطے کہا اور میں اس کے ساتھ ہو لیا مگر نہیں معلوم کہ کہاں لئے جاتا ہے اور کیا کام ہے۔ اس طرح بے علمی میں وہ مجھے ایک مسجد میں لے گیا۔ جہاں بہت سے لوگ جمع تھے قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ کسی مباحثہ کی تیاری ہے۔ میری چونکہ نمازِ عشاء باقی تھی۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ یہ مجھے ایک موقعہ مل گیا کہ میں دعا کر لوں۔ خدا کی قدرت اس وقت مَیں نے اس سورۃ کو بطور دعا پڑھا اور باریک در باریک رنگ میں اس دُعا کو وسیع کر دیا اور دعا کی کہ اے خدائے قادر و توانا تیرا نام فَالِقُ الْاِصْبَاحِ فَالِقُ الحبِّ والنّوٰی ہے۔ میں ظلمات میں ہوں۔ میری تمام ظلمتیں دور کر دے اور مجھے ایک نور عطا کر کہ جس سے مَیں ہر ایک ظلمت کے شر سے تیری پناہ میں آجاؤں۔ تو مجھے ہر امر میں ایک حجت نیّرہ اور برہان قاطع اور فرقان عطا فرما۔ میں اگر اندھیروں میں ہوں اور کوئی علم مجھ میں نہیں ہے تو تُو ان ظلمات کو مجھ سے دُور کر کے وہ علوم مجھے عطا فرما اور اگر میں ایک دانے یا گٹھلی کی طرح کمزور اور ردّی چیز ہوں تو تُو مجھے اپنے قبضۂ قدرت اور ربوبیت میں لے کر اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا۔ غرض اس وقت میں نے اس رنگ میں دعا کی اور اس کو وسیع کیا جتنا کہ کر سکتا تھا۔ بعدہٗ میں نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کی طرف مخاطب ہوا۔ خدا کی قدرت کہ اس وقت جو مولوی میرے ساتھ مباحثہ کرنے کے واسطے تیار کیا گیا تھا۔ وہ بخاری لے کر میرے سامنے بڑے ادب سے شاگردوں کی طرح بیٹھ گیا اور کہا یہ مجھے آپ پڑھا دیں۔ وہ صلح حدیبیہ کی ایک حدیث تھی۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق اس میں کوئی ذکر نہ تھا۔ لوگ حیران تھے اور مَیں خدا تعالیٰ کے تصرّف اور کاملہ قدرت پر خدا کے جلال کا خیال کرتا تھا۔ آخر لوگوں نے اس سے کہا کہ یہاں تو مباحثہ کے واسطے ہم لائے تھے۔ تم ان سے پڑھنے بیٹھ گئے ہو۔ اگر پڑھنا ہی مقصود ہے تو ہم مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کر دیتے۔ ان کے ساتھ جموں چلے جاؤ اور روٹی بھی مل جایا کرے گی۔۔۔ غرض یہ سورۃ مشتمل ہے ایک جامع دُعا پر۔ رسول اکرمؐ نے اس سورۃ کے نزول کے بعد بہت سے تعوّذ کی دعائیں ترک کر دی تھیں اور اسی کا ورد کیا کرتے تھے۔ حتّٰی کہ بیماری کی حالت میں بھی حضرت عائشہؓ اس سورۃ کو آپؐ کے مُنہ اور بدن پر ملتی تھیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے عام طور سے اب ان عجیب پُر تاثیر اَوراد کو قریباً ترک ہی کر دیا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 567, 568, 570)

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

احادیثِ مبارکہ

عَنۡ أَبِیۡ هُرَيۡرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ:

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابۡنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِیۡ وَاَنَا اَجۡزِیۡ بِهٖ۔ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوۡمُ صَوۡمِ اَحَدِكُمۡ فَلَا يَرۡفُثُ وَلَا يَصۡخَبُ فَاِنۡ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوۡقَاتَلَهٗ فَلۡيَقُلۡ: اِنِّیۡ صَائِمٌ۔ وَالَّذِیۡ نَفۡسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوۡفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطۡيَبُ عِنۡدَ اللهِ مِنۡ رِيۡحِ الۡمِسۡكِ۔ لِلصَّائِمِ فَرۡحَتَانِ يَفۡرَحُهُمَا' اِذَااَفۡطَرَ فَرِحَ' وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوۡمِهٖ۔

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شئتم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے، پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور وشر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ روزے دار کی منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

✲✲✲✲✲✲

عَنۡ أَبِیۡ هُرَيۡرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ:

مَنۡ يَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِهٖ فَلَيۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیۡ اَنۡ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

(بخاری کتاب الصوم باب من یدع القول الزور والعمل بہ)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بیکار ہے۔

✲✲✲✲✲✲

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے ہُشیار ساری دُنیا اِک باوٗلا یہی ہے

اس رَہ میں اپنے قصے تم کو میں کیا سناؤں دُکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے

دل کرکے پارہ پارہ چاہوں مَیں اِک نظارہ دیوانہ مت کہو تم عقلِ رَسا یہی ہے

اے میرے یارِجانی! کر خود ہی مہربانی مت کہہ کہ لَنْ تَرَانِیْ تجھ سے رجا یہی ہے

فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جاں کَنی ہے عاشق جہاں پہ مرتے وہ کربلا یہی ہے

تیری وفا ہے پُوری ہم میں ہے عیبِ دُوری طاعت بھی ہے اَدُھوری ہم پر بلا یہی ہے

تُجھ میں وفا ہے پیارے سچے ہیں عہد سارے ہم جا پڑے کنارے جائے بُکا یہی ہے

ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا پر تُو ہے فضل والا ہم پر کُھلا یہی ہے

اے میرے دل کے درماں ہجراں ہے تیرا سوزاں کہتے ہیں جس کو دوزخ وہ جاں گُزا یہی ہے

اِک دیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھ کو سینہ پہ دشمنوں کے پتھر پڑا یہی ہے

کیونکر تبہ وہ ہووے کیونکر فنا وہ ہووے ظالم جو حق کا دُشمن وہ سوچتا یہی ہے

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے اس میں امر ہے یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو نہ رکھے میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں مگر عدۃ من ایام اخر کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے اس کو اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا یہ غلطی ہے۔''

(الحکم 31جنوری1899ء صفحہ 7ملفوظات جلد پنجم صفحہ 321)

میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے انما الاعمال بالنیات۔ بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بنا دقت پر نہیں ہے جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیئے فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔

(الحکم17فروری1901ء صفحہ 13)

مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا۔۔۔ اگر تم مریض ہو یا کسی سفر قلیل یا کثیر پر ہو تو اسی قدر روزے اور دنوں میں رکھ لو۔ سو اللہ تعالیٰ نے سفر کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور نہ احادیث نبوی میں حد پائی جاتی ہے بلکہ محاورہ عام میں جس قدر مسافت کا نام سفر رکھتے ہیں وہی سفر ہے ایک منزل (سے) جو کم حرکت ہو اس کو سفر نہیں کہا جا سکتا۔

(مکتوبات جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ81)

منکم کا لفظ قرآن کریم میں قریباً بیاسی جگہ آیا ہے اور بجز دو یا تین جگہ کے جہاں کوئی خاص قرینہ قائم کیا گیا ہے باقی تمام مواضع میں منکم کے خطاب سے وہ تمام۔۔۔ مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔۔۔ فمن کان منکم مریضا یعنی جو تم میں سے مریض یا سفر پر ہو تو اتنے ہی روزے اور رکھ لے۔ اب سوچو کہ کیا یہ حکم صحابہ سے خاص تھا یا اس میں اور بھی۔۔۔ جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے شامل ہیں۔

(شہادت القرآن روحانی خزائن جلد6صفحہ331)

خطبہ جمعہ

برکات رمضان اور قبولیت دعا کے متعلق روح پرور ارشادات

ہماری نمازیں ،ہمارے روزے صرف رمضان کے مہینے تک ہی محدود رہنے کے جوش میں نہ ہوں بلکہ اس نیت سے ہوں کہ جو تبدیلی ہم نے پیدا کرنی ہے اسے دائمی بناناہے۔

احمدی ہونے کے بعد ،بیعت میں آنے کے بعد اس روح کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی جو آنحضرت صلی ا للّٰہ علیہ وسلم پید اکرنے آئے تھے

آج دنیا کو آفات سے بچانے اور اس کا خدا سے تعلق جوڑنے کی ذمہ داری ہر احمدی پر ہے۔ دنیا کو آج فسادوں سے بچانے اور تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے صرف ایک ہتھیار کی ضرورت ہے اور وہ دعا کا ہتھیار ہے

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 12راگست 2011ء بمطابق 12ظہور 1390ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○(سورۃ البقرۃ :187)

اس آیت کا ترجمہ ہے۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

دنیا کو آج جتنی خدا کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے اتنا ہی یہ خدا سے دور جا رہی ہے۔ یعنی اس دنیا میں بسنے والا انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اسے جس قدر دنیا کے فسادوں اور ابتلاؤں سے بچنے کے لئے اور پھر اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی ضرورت ہے، اُسی قدر اس تعلق میں کمزوری ہے۔ خدا سے تعلق جوڑنے کا دعویٰ کرنے والے بھی اُن لوازمات کی طرف توجہ نہیں دے رہے یا دینے کی کوشش نہیں کر رہے یا اُن کو یہ پتہ ہی نہیں کہ خدا سے تعلق جوڑنے کے لئے صرف ظاہری ایمان اور ظاہری عبادت ہی کافی نہیں ہے بلکہ اُس روح کی تلاش کی ضرورت ہے جو ایمان اور عبادات کی گہرائی تک لے جاتی ہے۔ یہ تو ایمان کا دعویٰ کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا دعویٰ کرنے والوں کا حال ہے۔ لیکن دنیا کا ایک بہت بڑا طبقہ ہے (تقریباً تین چوتھائی آبادی) جس نے یا تو خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر شریک کھڑے کر کے اپنے آپ کو شرک میں مبتلا کیا ہوا ہے یا پھر خدا کی ہستی پر یقین ہی نہیں ہے۔ خدا کے وجود کے ہی انکاری ہیں، اور نہ صرف آپ خود انکاری ہیں بلکہ ایک دنیا کو بھی گمراہ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رہے۔ لیکن اس تمام صورتحال میں ایک چھوٹا سا طبقہ ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کرنے والا، اُس پر ایمان رکھنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے آپ سے وعدوں کے پورا ہونے کی تصدیق کرنے والا ہے۔ جو اس بات پر یقین کرتا ہے اور رکھتا ہے کہ اس زمانہ میں جب دنیا اپنے پیدا کرنے والے اور اس زمین و آسمان کے خالق کو بھول رہی ہے یا اُس کی ہستی کا مکمل فہم و ادراک نہیں رکھتی، اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے اظہار کے لئے، زمانے کو فساد کی حالت سے نکالنے کے لئے، بندے کو خدا کے قریب کرنے کے لئے ایک امام الزمان کو بھیجا ہے۔ اور یہ طبقہ یا گروہ یا جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم احمدیوں کا ہے۔ لیکن کیا اس پر ایمان اور اس

یقین پر قائم ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ نے بھیجنے والے کو بھیج دیا، کافی ہے؟ اور اب وہ آنے والا یا اُس کے چند حواری ہی خالق و مخلوق کا تعلق جوڑنے اور دنیا کے فسادوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے؟ اگر ہم احمدیوں کی یہ سوچ ہے تو ہماری سوچ بھی اُن لوگوں کے قریب ہے جو صرف ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والے اور عبادتوں کا دعویٰ کرنے والے ہیں، لیکن عمل سے دور ہیں۔ اگر ہماری اپنی حالتوں پر نظر نہیں، اگر ہم اپنے خدا سے زندہ تعلق پیدا کرنے والے نہیں۔ اگر ہم اپنی نسلوں اور اپنے ماحول کو اِس آنے والے کے پیغام سے روشناس کروانے والے نہیں اور اُس سے آگاہی دلانے والے نہیں تو پھر ہم نے بھی پا کر کھو دیا۔ ہم نے دنیا کی دشمنیاں بھی مول لیں اور خدا کو بھی نہ پایا۔ پس احمدی ہونے کے بعد، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کے بعد اُس روح کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی جو ایک حقیقی عبدِ رحمان میں ہونی چاہئے۔ اُن معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرنے آئے تھے اور جن کے اُمّت کے اندر سے نکل جانے کی خبر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ کو اُمّت کے بارے میں فکر پیدا ہوئی، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پریشان دیکھتے ہوئے اور آپ کی دعاؤں کو امت کے حق میں قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُO (الجمعة: 4)۔ اور اِن کے سوا ایک دوسری قوم بھی ہے جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی یہ کہہ کر دور فرما دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُس جاہل اور مشرک قوم کو باخدا انسان بنا دیا تھا، جس طرح عیاشیوں میں پڑے ہوئے اور خدا کے وجود سے بے بہرہ عبادتوں کے معیار حاصل کرنے والے بن گئے تھے اسی طرح اُمّت کے بگڑنے کے باوجود اٰخَـرِيْنَ میں تیرا ایک عاشقِ صادق پیدا کر کے اُس کے ذریعہ پھر وہ عبادالرحمٰن بناؤں گا جو میری بندگی کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! گو ایک عارضی زوال تو ہوگا لیکن غالب اور حکمت والے خدا نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اب دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام انسانیت کے لئے نجات کا دین ہے، اب دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کے فسادوں کو دور کرنے کے لئے آخری امید گاہ اور علاج ہے۔ اب اس دین نے ہی اپنی خوبصورتی دکھا کر دنیا کے دینوں پر غالب آنا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے مسیح محمدی اور اُس کے ماننے والوں نے ہی کردار ادا کرنا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جو ربّ العالمین ہے، اُس نے اشرف المخلوقات کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے، خیرِ اُمّت کو اُس کا مقام دلانے کے لئے یہ سامان فرمایا اور آئندہ بھی فرماتا رہے گا۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دلائی کہ یہ عاشقِ صادق آئے گا جو پھر دین کو دنیا میں قائم کرے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہی یہ آنے والا مسیح موعود آئے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ ربّ العالمین کی ربوبیت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے قول ربّ العالمین میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اُسی کی طرف سے ہے۔ اور اس زمین پر جو بھی ہدایت یافتہ جماعتیں ہیں یا گمراہ اور خطا کار گروہ پائے جاتے ہیں وہ سب عالَمین میں شامل ہیں۔ کبھی گمراہی، کفر، فسق اور اعتدال کو ترک کرنے کا عالم بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ زمین ظلم وجور سے بھر جاتی ہے اور لوگ خدائے ذوالجلال کے راستوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نہ وہ عبودیت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور نہ ربوبیت کا حق ادا کرتے ہیں۔ زمانہ ایک تاریک رات کی طرح ہو جاتا ہے اور دین اس مصیبت کے نیچے روندا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک اور ’’عالَم‘‘ لے آتا ہے تب یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل جاتی ہے اور ایک نئی تقدیر آسمان سے نازل ہوتی ہے اور لوگوں کو عارف دل (یعنی پہچاننے والے دل) اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے ناطق زبانیں (بولنے والی زبانیں) عطا ہوتی ہیں۔ پس وہ اپنے نفوس کو خدا تعالیٰ کے حضور ایک پامال راستے کی طرح بنا لیتے ہیں اور خوف اور امید کے ساتھ اُس کی طرف آتے ہیں۔ ایسی نگاہ کے ساتھ جو حیاء کی وجہ سے نیچی ہوتی ہیں اور ایسے چہروں کے ساتھ جو قبلہ حاجات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں (اُس طرف متوجہ ہوتے ہیں جہاں سے اُن کی حاجتیں پوری ہوتی ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔) اور بندگی میں ایسی ہمت کے ساتھ جو بلندی کی چوٹی کو دستک دے رہی ہوتی ہے۔ ایسے وقتوں میں اُن لوگوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے جب معاملہ گمراہی کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور حالت کے بدل جانے سے لوگ درندوں اور چوپاؤں کی طرح ہو جاتے ہیں تو اُس وقت رحمتِ الٰہی اور عنایتِ ازلی تقاضا کرتی ہے کہ آسمان میں ایسا وجود پیدا کیا جائے جو تاریکی کو دور کرے اور ابلیس نے جو عمارتیں تعمیر کی ہیں اور خیمے لگائے ہیں اُنہیں منہدم کر دے۔ تب خدائے رحمان کی طرف سے ایک امام نازل ہوتا ہے تاکہ وہ شیطانی لشکروں کا مقابلہ کرے۔ اور یہ دونوں رحمانی اور شیطانی لشکر برسرِ پیکار رہتے ہیں اور ان کو وہی دیکھتا ہے جس کو دو آنکھیں عطا کی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ باطل کی گردنوں میں طوق پڑ جاتے ہیں اور امورِ باطلہ کی سراب نما دلیلیں معدوم ہو جاتی ہیں۔ پس وہ امام دشمنوں پر غالب اور ہدایت یافتہ گروہ کا مددگار رہتا ہے۔ ہدایت کے عَـلَـم بلند کرتا ہے اور پرہیزگاری کے اوقات واجتماعات کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اُس نے کفر کے سرغنوں کو قید کر دیا ہے اور اُن کی مشکیں کس دی ہیں اور اس نے جھوٹ اور فریب کے درندوں کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں اور اُس نے بدعات کی عمارتوں کو گرا دیا ہے اور اُن کے گنبدوں کو توڑ پھوڑ دیا ہے''۔

(اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد نمبر18صفحہ131تا134) (ترجمہ از تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ92تا94)

یہ عظیم انقلاب جس کا بیان آپؑ نے فرمایا ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آ گیا، کیا یہ عارضی انقلاب تھا؟ یہ وقتی ''عالَم'' تھا جو پیدا ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم الانبیاء تھے۔ آپؐ کا زمانہ تو تا قیامت قائم رہنے والا زمانہ ہے۔ آپ کی اُمّت تو تا قیامت فتحیاب رہنے والی امّت ہے اور آپ مسلم اُمّت کے نبی ہیں۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس انقلاب کے جاری رہنے کے لئے آپؐ کو خبر دی تھی کہ آئندہ زمانے میں ایک آدمی آئے گا۔

اس بات کو کھولتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر آگے فرماتے ہیں:

''پھر اللہ پاک ذات نے اپنے قول ربّ العالمین میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں اُسی کی حمد ہوتی ہے۔ اور پھر حمد کرنے والے ہمیشہ اُس کی حمد میں لگے رہتے ہیں اور اپنی یادِ خدا میں محو رہتے ہیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں مگر ہر وقت اُس کی تسبیح و تحمید کرتی رہتی ہے۔ اور جب اُس کا کوئی بندہ اپنی خواہشات کا چولہ اُتار پھینکتا ہے، اپنے جذبات سے الگ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اُس کی راہوں اور اُس کی عبادات میں فنا ہو جاتا ہے۔ اپنے اس ربّ کو پہچان لیتا ہے جس نے اپنی عنایات سے اُس کی پرورش کی۔ وہ اپنے تمام اوقات میں اُس کی حمد کرتا ہے اور اپنے پورے دل بلکہ اپنے (وجود کے) تمام ذرات سے اُس سے محبت کرتا ہے تو اُس وقت وہ شخص عالمین میں سے ایک عالم بن جاتا ہے۔ اسی لئے اعلم العالمین کی کتاب (قرآن کریم) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام اُمّت رکھا گیا۔ اور عالمین سے ایک عالَم وہ بھی ہے جس میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے۔ ایک اور عالَم وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے طالبوں پر رحم کر کے آخری زمانے میں مومنوں کے ایک دوسرے گروہ کو پیدا کرے گا۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام لَـــــهُ الْـحَـمْـدُ فِي الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ (القصص: 71) میں اشارہ فرمایا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو احمدوں کا ذکر فرما کر ہر دو کو اپنی بے پایاں نعمتوں میں شمار کیا ہے۔ ان میں سے پہلے احمد تو ہمارے نبی احمدِ مصطفیٰ اور رسولِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دوسرا احمد احمدِ آخر الزمان ہے جس کا نام محسن خدا کی طرف سے مسیح اور مہدی بھی رکھا گیا ہے۔ یہ نکتہ میں نے خدا تعالیٰ کے قول اَلْـحَـمْـدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے اخذ کیا ہے۔ پس ہر غور و فکر کرنے والے کو غور کرنا چاہیئے۔

(اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد نمبر18صفحہ137تا139) (ترجمہ از تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ96تا97)

یہ دونوں حوالے آپ کی عربی کتاب ''اعجاز المسیح'' کے ہیں۔

پس عبدِ کامل کی کامل پیروی اور اُس کے عشق و محبت کی انتہا کی وجہ سے اپنی خواہشات کا چولہ اُتار پھینکنے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں مسیح موعود کو مبعوث فرمایا جنہوں نے پھر ہمیں اللہ تعالیٰ سے عشق و وفا اور عبودیت کے راستے دکھائے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وہ انقلاب پیدا فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے منکر اور مشرک باخدا انسان بن گئے اور پھر انہوں نے دنیا کو بھی یہ پیغام دے کر قوموں اور ملکوں کو خدائے واحد و یگانہ کا عبادت گزار بنا دیا ہے لیکن پھر خدا تعالیٰ کو بھولنے اور دنیا داری میں پڑنے کی وجہ سے اپنے مقصدِ پیدائش کو بھول کر اللہ تعالیٰ کے انعامات سے محروم کر دیئے گئے۔ بیشک اُس اندھیرے دَور میں بھی کہیں کہیں اس روحانی نظام کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے مقامی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو کھڑا کرتا رہا لیکن وہ جاہ و حشمت وہ ساکھ جو مسلمانوں کی تھی، وہ تعلق باللہ جو ابتدائے اسلام میں عموماً نظر آتا تھا وہ غائب ہو گیا۔ پس اب احمدِ ثانی کے ذریعہ سے ربّ العالمین نے جو انقلاب پیدا کرنے کا اعلان فرمایا ہے اُسے آپؑ کے ماننے والوں نے جاری رکھنا ہے۔ اور جو جاری رکھنے والے ہیں وہی حقیقت میں آپ کے ماننے والے ہیں۔ عبدِ رحمان بنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے عبدِ رحمان بنانے ہیں۔ تبھی ہم آج دوسرے مسلمانوں سے مختلف کہلانے کا حق رکھتے ہیں ورنہ جیسا کہ مَیں نے کہا صرف ایمان کا دعویٰ تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے ہم دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم کام کر گئے۔ آپؑ کے صحابہ میں سے وہ عباد الرحمٰن پیدا ہوئے جو صاحبِ رؤیا و کشوف تھے۔ وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عبد بننے کا حق ادا کیا۔ پس گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی آخرین کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ پھر آپ کے صحابہ کو وہ مقام ملا جس نے اُن کو پہلوں سے ملایا، لیکن اب یہ نظام اور جماعت کی ترقیات کی پیشگوئیاں تا قیامت ہیں۔ ہم جب بڑے فخر سے اس کا ذکر کرتے ہیں تو صرف ذکر کافی نہیں ہے، ہمیں اس انقلاب کا حصہ بننے کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو بھی سمجھنا ہوگا۔

صرف اپنے بزرگوں کے حالات پر ہم خوش نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اُس تسلسل کو بھی قائم رکھنے کی ضرورت ہے جو انقلاب کی صورت میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگیوں میں ہمیں نظر آتا ہے۔ آج دنیا کو آفات سے بچانے اور اس کا خدا سے تعلق جوڑنے کی ذمہ داری ہر احمدی پر ہے۔ پس اس کے لئے ہم جب تک انفرادی اور اجتماعی کوشش نہیں کریں گے، ہر ایک اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، ہم احمدِ ثانی کے حقیقی ماننے والوں میں شامل ہونے والے نہیں کہلا سکتے۔ اور ہم یہ ذمہ داری ادا نہیں کر سکتے جب تک ہم اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے وہ عباد بننے کی کوشش نہیں کرتے جو فَلْيَسْتَجِيبُوْا لِيْ کا عملی مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ جو وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کی عملی تصویر بنتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہماری حالتوں کو سنوارنے کے لئے ایک اور رمضان المبارک سے گزرنے کا ہمیں موقع عطا فرمایا جس میں خدا کا قرب پانے، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر لبیک کہنے، ایمان میں ترقی کرنے کے راستے مزید کھل جاتے ہیں۔ پس ہم میں سے وہ لوگ خوش قسمت ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے پیار سے کہے گئے اس لفظ "عِبَادِيْ یعنی میرے بندے" کا اس رمضان میں اعزاز پانے والے ہوں۔ اللہ کرے کہ ہم ایک شوق، ایک لگن سے اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی کوشش کرنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مہینے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"یہ ماہ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے"۔ فرمایا "صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب"۔

(ملفوظات جلد2صفحہ561مطبوعہ ربوہ)

دلوں کو روشنی بخشنے کے لئے یہ مہینہ بڑا اعلیٰ مہینہ ہے۔ کیوں اعلیٰ ہے؟ اس کی ذاتی حیثیت تو کوئی نہیں ہے۔ جس طرح باقی مہینے انتیس یا تیس دن کے ہیں اُسی طرح یہ مہینہ بھی ہے۔ لیکن یہ مہینہ اس لئے عمدہ مہینہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں دو عبادتوں کو اکٹھا کیا ہے اور اپنے بندوں کو انہیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے یا موقع دیا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے (دوری ہو جائے) اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اُس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے"۔

(ملفوظات جلد2صفحہ562-561مطبوعہ ربوہ)

پس یہ ہمارا وہ مقصود ہے جسے ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ رمضان میں دو عبادتیں جمع ہو گئیں، جیسا کہ مَیں نے کہا، نماز بھی اور روزہ بھی۔ پس رمضان میں اپنی نمازوں کی بھی خاص حالت بنانے کی ضرورت ہے جس سے ایسا تزکیہ حاصل ہو جو نفس کی برائیوں اور شہوات سے اتنا دور کر دے کہ پھر ہم فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ کی آواز سن سکیں۔ ہماری نمازیں، ہمارے روزے صرف رمضان کے مہینے تک ہی محدود رہنے کے جوش میں نہ ہوں بلکہ اس نیت سے ہوں کہ جو تبدیلی ہم نے پیدا کرنی ہے، اُسے دائمی بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر ہمیشہ لبیک کہنے والا رہنا ہے۔ اپنے ایمانوں کو مزید صیقل کرنا ہے۔ یہ سب کچھ یہ سوچ کر کرنا ہے کہ آج ہماری بقا بھی اس میں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے بنیں اور دنیا کی بقا بھی ہم سے وابستہ ہے۔ ہم خود اندھیروں میں ہوں گے تو دنیا کو کیا راستہ دکھائیں گے؟ ہم خود عِبَادِيْ کے لفظ کی گہرائی سے ناآشنا ہوں گے تو دوسروں کو عباد اللہ بننے کے لئے کیا رہنمائی کریں گے؟ اس زمانہ میں جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس کام کے آگے بڑھانے کے لئے بھیجا ہے جس کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے، پس جو سوال اللہ کے بندوں نے، اُن بندوں نے جو اللہ تعالیٰ کو پانے کی خواہش رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، وہی سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق سے دنیا نے کیا اور آپ نے اُن کو اصلاح کا طریق بتایا، اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کا طریق بتایا اور ایک جماعت اپنے اردگرد جمع کر لی، اور یہی سوال مومنین کی جماعت سے آج دنیا کا ہے۔ پس مومنین کی جماعت اُس وقت اس کا صحیح جواب دے سکتی ہے جب جماعت کا ہر فرد اُس معیار کو حاصل کرنے والا ہو جو لبیک کہنے والوں اور ایمان لانے والوں کا ہونا چاہئے، ایمان میں ترقی کرنے والوں کا ہونا چاہئے۔ جب خدا تعالیٰ بھی ہماری پکاروں کا جواب دے رہا ہوگا، جب ہمیں فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ کا صحیح ادراک حاصل ہوگا۔ آج دنیا میں ہر جگہ فساد ہی فساد نظر آ رہا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب، مسلمان ممالک ہوں یا عیسائی ترقی یافتہ ممالک، ایک بے چینی نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ اور گزشتہ دنوں اسی ملک میں جو توڑ پھوڑ اور بے چینی کا اظہار کیا گیا ہے اُس نے ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھول دی ہیں کہ صرف غریب ملکوں کا امن ہی خطرے میں نہیں ہے، ان لوگوں کا امن بھی خطرے میں ہے۔ پس اس کا ایک ہی علاج ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کا عبد بنایا جائے لیکن کس طرح؟ ہمارے پاس تو کوئی طاقت نہیں ہے اور نہ ہی کسی دنیاوی طاقت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی پہچان کروائی جا سکتی ہے۔ دنیا کی حالت کو سنوارنے کے لئے صرف ایک ہی طریقہ ہے جو اس زمانہ کے امام نے ہمیں بتایا ہے کہ جہاں اس امن کا پیغام پہنچاؤ وہاں دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی مدد بھی چاہو۔ دعاؤں کی طرف زیادہ زور دو۔ جہاں کوششیں کرو وہاں کوششوں سے زیادہ دعاؤں پر انحصار کرو۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور

دعاؤں کی قبولیت اُنہیں ہی ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے اور اللہ پر اپنے ایمان کو مضبوط کرنے والے ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت کے جو طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتائے ہیں، اُن میں سے بعض کو مختصراً پیش کرتا ہوں۔ وہ کونسی باتیں ہیں جن پر لبیک کہلوا کر، اللہ تعالیٰ دعاؤں کے سننے اور جواب دینے کا فرماتا ہے۔ وہ کس قسم کا ایمان ہے جو ہدایت کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے بندے اور خدا کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ ایک شرط جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے کہ انسان تقویٰ پر چلنے والا ہو (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 535 مطبوعہ ربوہ)۔ خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہر وقت اُس کے سامنے رہے۔ ہر وقت یہ سامنے رہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ میرا ہر حرکت وسکون اُس کے سامنے ہے۔ میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہو۔ جسمانی اعضاء بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق عمل کرنے والے ہوں اور تمام اخلاق اور مخلوق سے تعلق بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہو۔ اور یہی اصل تقویٰ ہے کہ انسان کی آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ، پاؤں سب وہ حرکت کر رہے ہوں جو خدا تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں۔ اور یہ اُس وقت ہوسکتا ہے جب خدا تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین پیدا کرو۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اہم بات یہ بھی فرمائی کہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے خدا تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین ضروری ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ 522 مطبوعہ ربوہ) پھر اس بات پر یقین کہ اگر خدا تعالیٰ ہے اور یہ زمین وآسمان اور یہ کائنات اور تمام کائناتیں اور ہر وہ چیز جس کا ہمیں علم ہے یا نہیں، اُس کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور صرف پیدا کرنے والا ہی نہیں بلکہ وہ تمام قدرتوں کا مالک بھی ہے، وہ تمام طاقتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ بھی ہے۔ وہ قدرت رکھتا ہے کہ جس چیز کو پیدا کیا اُس کو فنا بھی کر سکے۔ وہ قدرت رکھتا ہے کہ جس چیز کو چاہے وہ پیدا کر دے۔ وہ زندگی دینے والا بھی ہے اور موت دینے والا بھی ہے۔ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور زندوں کو مارنے والا ہے۔ اور دعائیں جو مُردوں میں نئی روح پھونک دیتی ہیں ان کے ذریعہ سے ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہے۔ تو تب یہ ایمان ہوگا کہ وہ سب قدرت رکھتا ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو سن کر قبول کرے، اور وہ اُن دعاؤں کو قبول کرتا ہے جسے وہ بہتر سمجھتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 267 مطبوعہ ربوہ)

آپ نے فرمایا کہ: ''اُن دعاؤں کو سن کر قبول کرتا ہے جسے وہ بہتر سمجھتا ہے''۔

پھر دعا کے لوازمات میں سے یہ بھی لازمی امر ہے کہ اس میں رِقت ہو۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 397 مطبوعہ ربوہ) جب دعا کی جائے صرف زبانی تھوڑے سے الفاظ دُہرا کر نماز سے یا دعاؤں سے فارغ نہ ہو جاؤ، بلکہ ایک رقّت ہو، ایک سوز ہو، دل پگھل جائے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوں۔ جو اس سوچ کے ساتھ بہہ رہے ہوں کہ خدا تعالیٰ ہی وہ آخری سہارا ہے جو میری دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ ایک اضطراب کی کیفیت طاری ہو جائے۔ ایک بے قراری ہو کہ یہ آخری سہارا ہے، اگر یہ ختم ہو گیا تو میری دنیا وآخرت برباد ہو جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ تمہاری دعاؤں کی یہ حالت ہونی چاہیئے۔

پھر ایک شرط دعا کی قبولیت کی عاجزی ہے۔ یہ عاجزی ہی ہے جو خدا تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

(براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد نمبر 21 صفحہ 18)

کہ اپنی عاجزی کی انتہا تک پہنچو گے، اپنے آپ کو کمتر سمجھو گے، اپنے نفس کو ہر قسم کے تکبر سے پاک کرو گے تب ہی خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوسکتا ہے۔ ورنہ متکبر کا خدا تعالیٰ سے قرب کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کا وصل اور قرب میسر نہیں تو پھر دعاؤں کی قبولیت بھی نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 397 مطبوعہ ربوہ)

فرمایا کہ اصل اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔ انسان مسلسل دعا کرتا رہے کہ مجھے دعاؤں کی توفیق بھی ملے۔ یعنی مقبول دعاؤں کی توفیق ملنے کے لئے بھی دعاؤں کی ہی ضرورت ہے۔ پس جب یہ سوچ ہوگی تو پھر دعاؤں سے غفلت اور اُن اعمال سے دوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جن اعمال کے کرنے اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بننے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکاوزاری سے اس دروازے میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولیٰ مولائے کریم اُس کو پاکیزگی اور طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اُس

پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بیجا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے''۔

(ملفوظات جلد3صفحہ315مطبوعہ ربوہ)

پس وہ خوش قسمت ہیں جو بکاوزاری سے اپنے دلوں کو پاک کرتے ہوئے دنیا کی لغویات سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اُن مقربوں میں سے ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کا غلبہ فرما دیتا ہے۔ اُن کو برائیوں سے دور کر دیتا ہے۔ لیکن اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے بھی پہلے انسان کو ہی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اُسی کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا پڑتا ہے۔ یہی قانونِ قدرت ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ قانونِ شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے۔

پھر دعاؤں کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک اہم حکم جس کا پہلے بھی مختصر ذکر ہو چکا ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''تم ایسے ہو جاؤ کہ نہ مخلوق کا حق تم پر باقی رہے نہ خدا کا۔ یاد رکھو جو مخلوق کا حق دباتا ہے، اُس کی دعا قبول نہیں ہوگی کیونکہ وہ ظالم ہے''۔

(ملفوظات جلد2صفحہ195مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا رحم اُس شخص پر جو امن کی حالت میں اس طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی پر مصیبت وارد ہوتی ہو تو وہ ڈرے۔ جو امن کے وقت خدا کو نہیں بھلاتا خدا اُسے مصیبت کے وقت میں نہیں بھلاتا۔ اور جو امن کے زمانے کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت میں دعائیں کرنے لگتا ہے تو اُس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں''۔

(ملفوظات جلد2صفحہ539مطبوعہ ربوہ)

پس فرمایا کہ امن کی حالت میں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنی چاہیئے۔ اُس سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ یہی دعاؤں کی قبولیت کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کہا ہے کہ میری بات مانو تو یہ اُن باتوں میں سے بات ہے کہ ہر حالت میں اُس سے دعائیں مانگتے رہو۔ صرف رمضان کے مہینے میں نہیں، کسی مشکل کے وقت میں نہیں، کسی مصیبت کی گھڑی میں نہیں بلکہ ہر امن اور سلامتی کے وقت میں، عام حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا ضروری ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

''دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔ اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہوتا''۔

(ملفوظات جلد4صفحہ21مطبوعہ ربوہ)

پس جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ۔ پس وہ میری بات پر لبیک کہیں تو اُن تمام باتوں کی تلاش کرنی ہوگی جن کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تاکہ اُن کو بجالا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اور اُن تمام باتوں کو تلاش کر کے اُن باتوں سے بچنے کی کوشش کرنی ہوگی جن سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور قرآنِ کریم میں یہ احکام سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اُس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو، اور یاد رکھو کہ قرآنِ کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر یک عضو اور ہر یک قوت اور ہر یک وضع اور ہر یک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر یک مرتبۂ فہم اور مرتبۂ فطرت اور مرتبۂ سلوک اور مرتبۂ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ''۔

دین العجائز یہی ہے کہ جو احکامات ہیں اُن پر جس حد تک عمل ہو سکتا ہے کرو۔ اُس کے آگے پھر ترقی کرو گے اور آگے پھر اگلی سلوک کی راہیں ہوں گی۔ لیکن بنیاد یہی ہے کہ جو احکامات ہیں اُن پر جس طرح فرض کئے گئے ہیں، عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ فرمایا کہ:

''قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا در پیش ہے۔ بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جاوے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسنِ حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے''۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر3صفحہ548)

اللہ کرے کہ اس رمضان میں ہم اس نکتے کو بھی سمجھتے ہوئے محسنِ حقیقی کو راضی کرنے والے بن جائیں۔

رمضان کے ساتھ دعاؤں کی قبولیت، احکامات کی پابندی، ایمان میں مضبوطی اور ہدایت کے حصول کو جوڑ کر اللہ تعالیٰ نے جو ہماری اس طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ مَیں تو اپنے بندوں کی بہتری اور اُن کو آفات، مصائب اور عذاب سے بچانے کیلئے ہر وقت تیار ہوں لیکن بندوں کو بھی اپنا حقِ بندگی ادا کرنا ہوگا۔ اپنے آپ کو میرے خالص بندوں کی یا خاص بندوں کی طرف منسوب کر کے تمہیں بھی اُن باتوں کے بجالانے کی کوشش کرنی ہوگی، اُس تعلیم پر عمل کرنا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے لائے ہیں یا لاتے ہیں۔ تا کہ دنیا میں عبادالرحمٰن کی کثرت نظر آئے، تا کہ ان عبادالرحمٰن کی وجہ سے دنیا پیار، محبت اور امن کا گہوارہ بنے۔ تا کہ اس دنیا میں جنت کے نظارے نظر آئیں۔ پس ہمارا ایمان میں مضبوطی کا دعویٰ، زمانے کے منادی کو سننا اور قبول کرنا، مخلوقِ خدا سے ہمدردی کا اہم فریضہ جو الٰہی جماعتوں کے سپرد کیا جاتا ہے، ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خالص بندوں میں شامل ہوں۔ اُن بندوں میں شامل ہوں جن کی دعائیں خدا تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اُن بندوں میں شامل ہوں جو اپنی حالتوں میں انقلاب پیدا کرتے ہیں۔ اُن بندوں میں شامل ہوں جو مخلوق کی ہمدردی کی وجہ سے اُسے برائیوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی بچانے کی کوشش کرنے والے ہوتے ہیں۔

پس یہ رمضان ہمیں انہی باتوں کی ٹریننگ دینے اور ہمیں حقیقی عبد بننے کے معیار حاصل کرنے اور اپنے ایمانوں میں مضبوطی اور جلا پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہوں گے اگر اس سے بھر پور فائدہ اٹھاویں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آج دنیا کو فسادوں سے بچانے اور تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے کسی دنیاوی ساز و سامان کی ضرورت نہیں جیسا کہ مَیں نے کہا اور نہ وہ کام آ سکتا ہے۔ صرف اور صرف ایک ہتھیار کی ضرورت ہے اور وہ دعا کا ہتھیار ہے۔ پس اس رمضان میں جہاں اپنے لئے، اپنی نسلوں کے ایمان اور تعلق باللہ کے لئے دعائیں کریں وہاں اس دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے بھی دعائیں کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اُن کا خدا دعاؤں کو سننے والا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلدنمبر2صفحہ148مطبوعہ ربوہ)

لیکن اس بات کا حقیقی ادراک بھی آج صرف احمدیوں کو ہی ہے۔ پس جب ہمارا خدا دعاؤں کا سننے والا ہے تو مایوسی کی کوئی وجہ نہیں اور یقیناً ہم مایوس نہیں اور اس یقین پر قائم ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ تمام باتیں ضرور پوری ہوں گی جو جماعت کی ترقی سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتائی ہیں۔ انشاء اللہ۔ اور یقیناً وہ دن انشاء اللہ آئیں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا پر لہرائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے اُن بندوں کی اکثریت ہوگی جو رُشد و ہدایت پانے والے ہوتے ہیں۔ پھر مَیں یاددہانی کرواتا ہوں کہ اس دعا کو کبھی نہ بھولیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اُن بندوں میں شامل رکھے جو اُس کے ہدایت یافتہ اور خالص بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس رمضان کے فیض سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

آج پھر مَیں نمازِ جمعہ کے بعد کچھ جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ مکرم صوبیدار ریٹائرڈ راجہ محمد مرزا خان صاحب ربوہ کا ہے جن کی 4 راگست کو نوّے سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ فوج میں رہے اور دوسری جنگِ عظیم میں بھی فوج میں تھے۔ پھر پاکستان بننے سے کچھ عرصہ قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر قادیان آ گئے، وہاں رہے اور آپ کی صحبت سے فیض پاتے رہے۔ فرقان بٹالین میں بھی آپ کو خدمت کی توفیق ملی اور 1953ء میں بھی بعض اہم کام انجام دینے کی توفیق ملی۔ تہجد گزار، تلاوت کے پابند، نمازوں کی پابندی اور قناعت شعار، قناعت کرنے والے اور متوکل انسان تھے اور دعوت الی اللہ کا بھی آپ میں ایک جوش تھا۔ خلافت سے بڑا تعلق تھا اور ہر پروگرام کو جو خلیفہ وقت کا ہوتا تھا بڑے غور سے دیکھتے، سنتے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ موصی تھے۔ ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹے راجہ منیر احمد صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ کے جونیئر سیکشن کے پرنسپل ہیں اور دوسرے راجہ محمد یوسف صاحب جرمنی کے امور خارجہ کے سیکرٹری ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ امینہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ نذیر احمد صاحب دارالرحمت ربوہ کا ہے۔ یہ بھی 7 راگست کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ ربوہ کے ابتدائی مکینوں میں سے تھیں جو قادیان سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ نیک، خوش اخلاق، خدمتِ دین کا جذبہ رکھنے والی مخلص اور فدائی خاتون تھیں۔ خلافت سے وفا اور عشق کا تعلق تھا۔ محلّہ کی سطح پر پچاس سال سے زائد لجنہ کی مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی اور اعلیٰ کارکردگی پر سندات بھی حاصل کیں۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے علاوہ محلے کے دوسرے بچے بچیوں کو قرآنِ کریم بھی پڑھاتی رہیں۔ ان کے بیٹے مکرم شیخ مبارک احمد صاحب ناظر بیت المال آمد ربوہ ہیں۔ اور دوسرے شیخ منیر احمد صاحب جرمنی میں ہیں جو انصار اللہ جرمنی کے دعوت الی اللہ کے قائد ہیں اور ایک ان کے داماد بھی مربی سلسلہ ہیں۔ ہمسایوں سے بھی ان کا بڑا اچھا تعلق تھا، خلوص تھا۔ انہوں نے وصیت کی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے۔

****

رمضان المبارک کے اہم مسائل

ملک سیف الرحمان صاحب سابق مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ

نوٹ۔اس مضمون میں جہاں جہاں حوالہ دیا گیا ہے اس سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے باقی دارالافتاء کی طرف سے جاری شدہ مختلف فتاویٰ کے اقتباسات ہیں۔

رویت ہلال

سوال ۔رویت ہلال کے متعلق جماعت کا کیا مسلک ہے کیا ایک علاقے والوں کا چاند دیکھنا دوسرے علاقے والوں کے لئے کافی ہے؟

جواب۔اس کے متعلق اگر چہ کوئی راہ راست صریح نص مروی نہیں لیکن ایک دفعہ حضرت کریب رضی اللہ شام سے رمضان کے دنوں میں واپس مدینہ آئے اور حضرت عباس نے ان سے چاند کے متعلق پوچھا انہوں نے بتایا کہ جمعہ کی رات کو وہاں چاند دیکھا گیا تھا اس پر حضرت عباس نے فرمایا یہاں مدینہ میں تو ہفتہ کی شام کو دیکھا گیا تھا اس پر حضرت کریب نے کہا شام میں حضرت امیر معاویہ اور دوسرے لوگوں نے خود چاند دیکھا اور اس کے مطابق روزہ رکھا ہے اور اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم تو اپنی رویت کے مطابق تیس روزے پورے کریں گے یا خود عید کا چاند دیکھ کر افطار کریں گے حضور علیہ السلام نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔

امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے لیکن باقی ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر ایک علاقہ کے رہنے والوں نے چاند دیکھا ہو اور دوسرے علاقہ والوں کی بعد میں خبر پہنچی لیکن انہیں یقین ہو کہ واقعی اس علاقہ میں چاند دیکھا گیا تھا تو وہ اس دن کے روزے قضاء کریں یعنی عید کے بعد روزہ رکھیں البتہ اس بارہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ جن ممالک کا باہمی فاصلہ بہت زیادہ ہے جیسے حجاز اور اندلس یا پاکستان اور عرب تو پھر ان کے لئے ایک دوسرے کی رویت کی پابندی ضروری نہیں اور جماعت احمدیہ کا مسلک اسی کے مطابق ہے ہماری جماعت ذرائع معلومات میں ریڈیو کی خبر کو بھی عام حالات میں ایک مستند ذریعہ علم تصور کرتی ہے۔

چاند دیکھنے کا غیر طبعی طریق

سوال۔ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اوپر جانے والوں کو اگر رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے لیکن زمین پر ظاہری آنکھ سے کسی کو نظر نہ آئے تو کیا روزہ یا عید ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب۔ اس طرح چاند دیکھنے کا شرعاً اعتبار نہیں کیونکہ یہ تکلف ہے چاند کا دیکھنا وہی معتبر ہے جو عام آنکھ سے بغیر کسی آلہ کی مدد کے دیکھا جائے۔

جو نہ جانتا ہو کہ رمضان کب شروع ہوا

سوال۔ امریکہ کے نومسلم بشیر الدین صاحب نے لکھا اس وقت میں روزے رکھ رہا ہوں گو مجھے صحیح علم نہیں کہ رمضان کس تاریخ کو شروع ہوا میں نے روزے گزشتہ ماہ کی 21 تاریخ کو شروع کئے تھے اور اس ماہ کی 20 تاریخ تک رکھوں گا۔

جواب۔حضور نے اس کے جواب میں فرمایا: آپ کا خط ملا اس بات کو معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ روزے رکھ رہے ہیں رمضان المبارک 5 مئی سے 2 جون تک رہا اور 3 جون کو عید ہوئی لیکن جس شخص کو علم نہ ہو وہ جس وقت بھی روزے رکھے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مقبول ہیں کیونکہ ہمارا خدا ہمارے علم کے مطابق ہم سے مطالبہ کرتا ہے اگر وہ اپنے علم کے مطابق ہم سے مطالبہ کرے تو دنیا کا کوئی انسان بھی نجات نہ پائے۔

(الفضل 28 جولائی 1954)

کیا سحری کھانا ضروری ہے؟

سوال: کیا سحری کھانا ضروری ہے؟

جواب۔سحری کھائے بغیر روزہ رکھنے میں برکت نہیں۔ویسے ضرورت اور عذر کی صورت میں سحری کھائے بغیر بھی روزہ رکھنا جائز ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسحّروا فانّ فی السُّحور برکۃ (بخاری) یعنی سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (اوجز المسالک شرح موطا امام مالک)

روزہ اور نیت کا وقت

روزے کے لئے نیت ضروری ہے بغیر نیت کا ثواب نہیں نیت دل کے ارادے کا نام ہے اُفق مشرق پر سیاہ دھاری سے سفید دھاری شمالاً جنوباً ظاہر ہونے تک کھانا پینا جائز ہے اگر اپنی طرف سے احتیاط ہو اور بعد میں کوئی کہے کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی تو روزہ ہو جاتا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے اور نماز فجر میں 50 آیت پڑھنے تک وقفہ ہوتا تھا۔

(الفضل 28جولائی 1912)

سفیدی میں نیت روزہ

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھا کر روزے کی نیت کی مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہوگئی تھی اب میں کیا کروں؟

حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں۔

(بدر 14فروری 1907ء بحوالہ فتوی مسیح موعود صفحہ 136)

سوال۔اگر بوقت سحری روزہ کی نیت نہ کی جائے اور 10 یا 11 بجے دن روزہ کی نیت کی جائے تو کیا ایسا روزہ جائز ہوگا۔

جواب:۔روزہ کی نیت فجر سے پہلے کی جائے البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً اسے علم نہیں ہوسکا کہ آج سے رمضان شروع ہے یا سویا رہا صبح بیدار ہونے پر پتہ چلا کہ آج تو روزہ ہے یا کوئی اور اسی قسم کا عذر ہے تو وہ دوپہر سے پہلے پہلے اس دن کے روزہ کی نیت کرسکتا ہے بشرطیکہ اس نے طلوع فجر کے بعد سے کچھ نہ کھایا ہو حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے **لَاصوم لمن لم یجمع الصیام قبل الفجر** ۔یعنی روزہ صرف اُسی شخص کا ہے جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت کرلی ہو اس کے ساتھ ہی ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ:

انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ن ید خل علی بعض ازواجہ فیقول ھل من غداء فان قالوا لا قال فانی صائم (الحدیث مسلم)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ گھر تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ ناشتہ کیلئے کوئی چیز ہے اگر یہ جواب ملتا کہ نہیں تو آپ فرماتے اچھا آج میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر فجر سے پہلے نیت کرنے میں کوئی عذر ہو تو دن کے وقت بھی روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے گو حضور کے یہ روزے نفلی تھے۔

سوال۔خیال ہے کہ آج عید ہے صبح آٹھ بجے ناشتہ کر کے عیدگاہ گیا تو معلوم ہوا کہ عید تو کل ہے میں نے اس وقت سے روزہ کی نیت کرلی اور پھر شام تک کچھ نہ کھایا کیا میرا روزہ ہوگیا۔

جواب۔ روزے کے لئے ضروری ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کچھ نہ کھایا جائے اور نیت روزے کی ہو۔چونکہ دن کے وقت یہ سمجھتے ہوئے کھانا کھالیا گیا کہ آج روزہ نہیں۔اس لئے گناہ تو کوئی نہیں ہوا۔اس لئے اس کی قضا ضروری ہے۔

روزہ افطار کرنے کا وقت

سوال:۔قرآن کریم کی آیت **ثُمَّ اَتِمُّواالصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ** سے ازروئے لغت کیا مراد ہے اور آنحضرت ﷺ کا روزہ کی افطاری کے بارہ میں کیا عمل تھا؟

جواب:۔لغت میں لیل کے معنی ہیں **مِنْ مَغْرِبِ الشَّمس اِلٰی طُلُوعِ الشَّمسِ** یعنی سورج کے غروب ہونے سے لے کر اسکے طلوع ہونے تک کے وقت کو لیل کہتے ہیں لیکن سنت متواترہ اور امت کے اجتماعی عمل سے یہ امر ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں ساری رات مراد نہیں بلکہ اس کا کوئی حصہ میں جس میں روزہ کھولنا ہے۔اب ہم اس حصہ کی تعیین کے لئے قرآنی محاورہ پر غور کرتے ہیں تو یہ رات کا آغاز یعنی سورج کے غروب ہونے کا وقت بنتا ہے کیونکہ الـــی کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ رات تک رکھنا ہے۔اس کے شروع ہوتے ہی افطار کر لینا ہے۔ چنانچہ احادیث بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

اِذَااَقبَلَ اللیلُ وَ اَدبَرَ النھار و غابت الشمس فقد افطر الصائم،

کہ جونہی مشرق سے رات آئے اور مغرب کی طرف دن جائے یعنی سورج اُفق میں غائب ہو تو اسی وقت روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہیئے اسی طرح فرمایا **لـــا یزال الناس بخیر ماعجلوا الفطر (بخاری)**

کہ جب تک لوگ افطار میں جلد کرتے رہیں گے اس وقت تک بہتری اور بھلائی اُن کے ساتھ رہے گی۔ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہود ونصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

ترمذی کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ روزہ جلدی افطار کرنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔(نیل الاوطار جلد4صفحہ417) پس یہی سنت متواترہ ہے اور اہل سنت والجماعت کے تمام علماء کا اسی کے مطابق عمل ہے۔

سوال۔حدیث میں آتا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو کیا اس کے یہ معنے

ہیں کہ اگر چاند سورج ڈوبنے سے پہلے نظر آ جائے تو روزہ افطار کر لیا جائے؟

جواب ۔ یہ تو کوئی جاہل آدمی ہی خیال کر سکتا ہے کیونکہ اس کی وجہ اس حدیث کے معنوں پر غور نہ کرنا ہے دراصل یہاں افطار کے معنے یہ ہیں کہ لوگ اگلے دن عید الفطر منالیں اور روزہ نہ رکھیں یہ نہیں کہ چاند دیکھتے ہی روزہ کھول دیں بالکل اسی طرح جس طرح صُومُوا لِرُؤيَتِهٖ کے معنی ہیں کہ چاند نظر آنے پر اگلے دن سے روزے رکھنے شروع کر دو یہ نہیں کہ جونہی چاند نظر آئے اُسی وقت سے روزہ شروع کر دو کیونکہ روزہ کا وقت خواہ وہ روزہ فرضی ہو یا نفلی طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اس سے کم وقت کا روزہ صحیح نہیں ہو گا قرآن پاک کی آیت ثُمَّ اتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواتر اسی حقیقت کو ثابت کرتی ہے رہا یہ خیال کہ سورج ڈوبنے سے پہلے جو چاند نظر آ جاتا ہے وہ دراصل ایک دن پہلے کا ہے اور یہ دن گویا روزہ کا ہے ہی نہیں تو اصولاً یہ خیال درست نہیں کیونکہ بعض صورتوں میں چاند پہلی کا ہوتے ہوئے غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل نظر آ سکتا ہے

ہاں بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر چاند اس دن دوپہر سے پہلے نظر آئے (گو علم ہیئت کی رو سے ایسا ہونا بظاہر مشکل ہے) تو پھر چاند دیکھتے ہی روزہ توڑ دینا چاہیئے کیونکہ یہ دن دراصل یکم شوال یعنی عید کا ہو گا 29 یا 30 رمضان کا دن نہ ہو گا۔

چنانچہ علامہ ابن رشد اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

قال ابو یوسف من اصحاب ابی حنیفة والثوری وابن حبیب من اصحاب مالک اذَا رُؤِیَ الھلالُ قبل الزوال فھو لِلَیلة الماضیة وان رُؤِیَ بعد الزوال فھو لِلْآتِیة وَرَوَی الثَّوریُّ انه بلغ عمر بن الخطاب ان قوما راؤا الھلال بعد الزوال فافطروا فکتب الیھم یَلُوْمھم وقال اذا رایتم الھلال نھارقبل الزوال فافطرُوْا واذا رایتموہ بعد الزوال فلا تفطروا (بدایة المجتهد کتاب الصوم جلد نمبر 1 صفحہ 195)

ترجمہ۔ یعنی حنفیوں میں سے امام ابو یوسف اور مالکیوں میں سے امام حبیب نیز امام ثوری کا مسلک یہ ہے کہ اگر شوال کا چاند دوپہر سے پہلے نظر آ جائے تو روزہ توڑ دینا چاہیئے کیونکہ یہ چاند آنے والی رات کا نہیں بلکہ گزشتہ رات کا ہے حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں ایک علاقہ کے لوگوں نے دوپہر کے بعد چاند دیکھا اور اسی وقت روزے کھول لئے حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور لکھا کہ اگر چاند دوپہر سے پہلے دیکھا جا رہا ہے تو پھر تو روزہ توڑ دینا چاہیئے لیکن اگر وہ دوپہر کے بعد نظر آئے تو پھر تو روزہ مکمل کرنا چاہیئے اور غروب آفتاب سے قبل نہیں کھولنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب

رمضان المبارک کے اہم مسائل

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(ا) مسواک خشک یا تر آنکھوں میں دوائی ڈالنے خوشبو سونگھنے بلغم حلق میں چلے جانے گرد و غبار حلق میں پڑ جانے سرمہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے دن کو لگانا مکروہ ہے

(الفضل 28 جولائی 1914)

(ب) پچھنے لگوانا، قے کرنا، معمولی آپریشن کروانا کلوروفارم سونگھنا......ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ انہیں پسند نہیں کیا گیا اس قسم کی باتیں مکروہ ہیں ان کے علاوہ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، خوشبو لگانا، داڑھی اور سر میں تیل لگانا، بار بار نہانا آئینہ دیکھنا مالش کرانا پیار سے بوسہ لینا ان میں سے کوئی فعل بھی منع نہیں نہ ان سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر نہانا مشکل ہو تو نہائے بغیر کھانا کھا کر روزہ کی نیت کر سکتا ہے۔

مزید وضاحت

سوال ۔ کیا روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا، سرمہ لگانا جائز ہے؟ اسی طرح ٹنکچر یا چیچک کا ٹیکہ لگانے کا حکم ہے؟

جواب ۔ ٹوتھ پیسٹ اور سرمہ کا استعمال غیر پسندیدہ ہے البتہ سادہ برش کرنا جائز ہے اسی طرح بیرونی اعضاء پر ٹنکچر کا استعمال کیا جا سکتا ہے چیچک کا ٹیکہ بھی لگوایا جا سکتا ہے۔

سوال ۔ کیا روزہ دار کے لئے ہر قسم کا ٹیکہ کروانا منع ہے

جواب ۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ رعایت دی ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہے تو وہ رمضان کے بعد تندرست ہونے پر روزہ رکھے تو ایسی کون سی مجبوری ہے کہ رمضان میں بیمار ہونے کے باوجود روزے رکھے جائیں ٹیکہ لگوانے کی اسی لئے ضرورت پیش آتی ہے کہ ایک شخص بیمار ہے یا ڈاکٹر کے نزدیک بیماری کی روک تھام کے لئے ٹیکہ لگوانا ضروری ہے یا حکومت بیماری کے انسداد کے لئے ٹیکے لگوا رہی ہے اور بعد میں موقع نہیں ملے گا تو ان تمام صورتوں میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے پس روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کوئی لگوائے تو اس کا روزہ باقی نہیں رہے گا۔

روزہ رکھنے کی حالت میں بھول کر کچھ کھالینا

اگر یاد نہ رہے اور بھول کر انسان کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا اور کسی قسم کا نقص اس کے روزے میں واقع نہیں ہوگا بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھانے پینے لگ جائے تو پاس کے لوگوں کو اُسے یاد نہیں دلانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اُسے کھلا رہا ہے پھر انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اس میں روک ثابت ہوں حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اَکـل الصائم ناسیاً اَوْشرب نا سیاً فانّما هورزق ساقه الله الیه ولا قضاء علیه ولا کفارة

یعنی کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے یہ تو رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا۔ نہ اس پر قضا ہے نہ کفارہ ہے البتہ اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ بیٹھے مثلاً روزہ یاد تھا لیکن کلی کی غرض سے منہ میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا ضروری ہوگی۔ لیکن نہ وہ گناہگار ہے اور نہ اس پر کفارہ ہے۔

روزہ کھولنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ذَھَبَ الظَّمْاُوَابْتَلَّتِ العُرُوْقُ

روزہ طاق کھجور سے یا پانی سے کھولنا چاہیئے

(الفضل 28جولائی 1914)

روزہ رکھنے کی عمر

کئی ہیں جو چھوٹے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے ہیں حالانکہ ہر ایک فرض اور حکم کے لئے الگ الگ حدیں اور الگ الگ وقت ہوتا ہے ہمارے نزدیک بعض احکام کا زمانہ چار سال کی عمر سے شروع ہوجاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ سات سال سے بارہ سال تک ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ 15 یا 18 سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روزوں کا حکم 15 سے 18 سال تک کی عمر کے بچے پر عائد ہوتا ہے اور یہی بلوغت کی حد ہے۔

بچوں کو روزہ رکھوانا

میرے نزدیک اس سے پہلے بچوں سے روزے رکھوانا ان کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے کیونکہ وہ زمانہ ان کے لئے ایسا ہوتا ہے جس میں وہ طاقت اور قوت حاصل کررہے ہوتے ہیں پس اس زمانہ میں کہ وہ طاقت اور قوت کے ذخیرہ کو جمع کررہے ہوتے ہیں اس وقت ان کی طاقت کو دبانا اور بڑھنے نہ دینا ان کے لئے بہت مضر ہے۔

15 سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور 18 سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر رعب ڈالتے تھے تو بچوں کی صحت کو قائم رکھنے اور ان کی قوت کو بڑھانے کے لئے روزہ رکھنے سے انہیں روکنا چاہیئے اس کے بعد جب ان کا وہ زمانہ آجائے جب وہ اپنی قوت کو پہنچ جائیں جو 15 سال کی عمر کا زمانہ ہے تو پھر ان سے روزے رکھوائے جائیں اور وہ بھی آہستگی کے ساتھ پہلے سال جتنے رکھیں دوسرے سال ان سے کچھ زیادہ رکھوائے جائیں اس طرح بتدریج ان کو روزہ کا عادی بنایا جائے۔

(الفضل 11/ اپریل 1925ء)

روزہ نہ رکھنے والے

میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بناء پر روزہ ترک کردیتے ہیں بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہوجائیں گے روزہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے کہ میں بیمار ہوجاؤنگا میں نے تو آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو یہ کہہ سکے کہ میں بیمار نہیں ہوں گا پس بیماری کا خیال روزے ترک کرنے کی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا پھر بعض اس عذر پر روزہ نہیں رکھتے کہ انہیں بہت بھوک لگتی ہے حالانکہ کون نہیں جانتا کہ روزہ رکھنے سے بھوک لگتی ہے جو روزہ رکھے گا اس کو ضرور بھوک لگے گی۔ اور انسان اس بھوک کو برداشت کرے جب روزہ کی یہ غرض ہے تو پھر بھوک کا سوال کیا پھر کئی ہیں جو ضعف ہوجانے کے خیال سے روزہ نہیں رکھتے حالانکہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جس کو روزہ رکھنے سے ضعف نہ ہوتا ہو۔ جب وہ کھانا پینا چھوڑے گا تو ضرور ضعف بھی ہوگا ایسا آدمی کوئی نہیں ملے گا جو روزہ رکھے اور ضعف نہ ہو۔

(الفضل 11/اپریل 1925ء)

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

جو شخص جان بوجھ کر روزہ رکھ کر توڑ دے وہ سخت گنہگار ہے ایسے شخص پر بغرض توبہ کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی پے در پے اُسے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے یا مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا پڑے گا یا ہر مسکین کو دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کرنی

پڑے گی تو یہ سلسلے میں اصل چیز حقیقی ندامت ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے اگر یہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے لیکن اس میں ساٹھ روزے رکھنے یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے اس صورت میں استغفار ہی اس کے لئے کافی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دہائی دینے لگا یا حضرت میں ہلاک ہو گیا حضور نے فرمایا کس نے تجھے ہلاک کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ حضور روزہ کی حالت میں میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا ہوں حضورؐ نے فرمایا کیا تو غلام آزاد کر سکتا ہے اس نے عرض کی نہیں پھر حضورؐ نے پوچھا ساٹھ روزے مسلسل رکھ سکتا ہے اس نے کہا حضور نہیں اگر ایسا ہو سکتا اور شہوانی جوش کو روک سکتا تو یہ غلطی ہی سرزد کیوں ہوتی حضورؐ نے فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے کہا غربت ایسا کرنے سے مانع ہے حضور نے فرمایا تو پھر بیٹھ رہو۔ اتنے میں کوئی شخص ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اٹھا لے اور اسے مسکینوں کو کھلا دے ٹوکری لے کر عرض کرنے لگا مجھ سے زیادہ اور کون غریب ہوگا۔ مدینہ بھر میں سب سے زیادہ محتاج ہوں حضورؐ اس کی اس عرض پر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا۔ جاؤ اپنے اہل و عیال کو ہی کھلا دو۔

زمینداروں کا روزہ

زمیندار کہتے ہیں کہ ہمیں کام سخت کرنا پڑتا ہے ہم روزے نہیں رکھ سکتے۔ سو ان کو معلوم ہو کہ ان کا جو کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لئے جسمانی تکلیف کم ہو گئی ہے اس سخت کام کے باعث ان کے پٹھوں کی حس کم ہو گئی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ ایک دماغی کام کرنے والا اگر اپریشن کرائے تو اس کے لئے کلوروفارم کی ضرورت ہوتی ہے اور زمیندار کہہ دیتا ہے کہ کلوروفارم کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ دماغی کام کرنے والے کی حس تیز ہوتی ہے اور اس کی کمزور پس وہ جو دماغی کام کرنے والے ہیں اور اس محنت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے دھوپ سے بچ کر کام کرتے ہیں اور زمینداروں کو جسمانی کام کرنا پڑتا ہے اس لئے اگر وہ روزہ رکھیں تو ان کی سختی پسند حالت کے باعث ان کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ پڑھنے والا پڑھ کر کمزور ہو گیا ہے اور زمیندار کو اس کا کام مضبوط بنا گیا ہے اس لئے اس قدرت کے سامان کے ماتحت زمینداروں کے لئے بھی روزہ کچھ مشکل نہیں۔

(الفضل 17 جنوری 1920ء)

نماز تراویح

(ا) قیام رمضان جسے عوام الناس تراویح کہتے ہیں کوئی الگ نماز نہیں وہی تہجد کی نماز ہے متقی مسلمان بارہ مہینے پڑھتے ہیں ہاں رمضان میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں اوّل طریق یہ ہے کہ تہجد اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں۔

(ب) لیکن عام طور پر یہی مناسب ہے کہ اگر کوئی حافظ میسر ہو تو سحری کھانے سے پہلے پچھلی رات باجماعت ادا کر لیں کیونکہ بعض لوگ اکیلے اکیلے پڑھنے میں سستی کر جاتے ہیں۔

(ج) اگر پچھلی رات نہیں پڑھی جا سکتی تو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیا کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں صحابہ کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا تھا۔

(د) اور رکعت مع وتر۔

(ہ) تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے بعض لوگ جوان کو دو الگ الگ عبادتیں خیال کر کے دونوں ادا کرتے ہیں یہ غلطی ہے۔

(و) رمضان شریف میں تراویح کے لئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اسکے متعلق نہیں دیکھا۔ اس پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے فرمایا:۔ جائز ہے تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے اور اس کے لئے یہ انتظام بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص تمام تراویح میں بیٹھ کر نہ سنتا رہے بلکہ چار آدمی دو دو رکعت کے لئے سنیں۔ اس طرح ان کی بھی چھ چھ رکعتیں ہو جائیں گی۔

عرض کیا گیا کیا فقہ اس چیز کو جائز ٹھہراتی ہے؟

فرمایا:۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے جیسے کوئی کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو اور وہ اسے دھو نہ سکے تو اسی طرح نماز پڑھ لے یہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ضرورت کی بات ہے۔

(الفضل 21 فروری 1930)

حضرت عائشہؓ کے خادم ذکوان نماز تراویح کی امامت میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھتے تھے اور حضرت عائشہؓ ان کے پیچھے نماز پڑھتیں اور قرآن کریم سنتیں۔

(کشف الغمہ ص 122)

سوال: نماز تراویح کتنی رکعت پڑھنی چاہیئے آٹھ بیس یا چھتیس؟

جواب۔ ہمارے نزدیک نماز تراویح نماز تہجد کا ہی بدل ہے اور اس کے متعلق سنت طریق جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عمل فرمایا وہ آٹھ رکعت ہی ہے چنانچہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ہمیشہ آٹھ رکعت ہی تہجد پڑھا کرتے تھے۔ باقی اگر کوئی بیس یا چھتیس رکعت پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نفل نماز ہے۔

تاہم حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک بیس رکعت ہے اور حضرت امام مالک کا چھتیس رکعت کا جماعت احمدیہ آٹھ جمع تین وتر کل گیارہ رکعت کے مسلک کو ترجیح دیتی ہے کہ یہ مستند روایتوں کے بھی مطابق ہے اس میں سہولت بھی ہے۔ قیام کے لمبا کرنے اور قرآن پاک کے زیادہ پڑھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

سوال۔ تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں یا یہ الگ الگ نمازیں ہیں۔ اگر یہ ایک نماز ہے تو پھر بیس رکعت کے کیا معنی؟

جواب۔ تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو رات کے پچھلے حصہ میں انسان نیند سے بیدار ہو کر پڑھتا ہے رمضان المبارک کی فضیلت اور عوام میں قرآن پاک سننے کے ذوق کو فروغ دینے کی بناء پر حضرت عمرؓ کی تلقین کے مطابق رات کے اوّل حصہ میں اس نماز کا رواج پڑا اور اس نماز کا نام تراویح مشہور ہوا کیونکہ چار رکعت ادا کرنے کے بعد کچھ دیر ستانے اور ٹھہرے رہنے کی ہدایت ہے۔ باقی رہی رکعت کی تعداد تو یہ جماعت احمدیہ کے نزدیک یہ آٹھ رکعت ہی مسنون ہے ہاں اگر کوئی چاہے تو بیس بھی پڑھ سکتا ہے جب ایک نماز ہے ہی نفلی تو اس بارہ میں پھر یہ شدت کیوں کہ اتنی رکعتیں چاہئیں یا اتنی' نفل کی تو جس قدر رکعتیں انسان چاہے پڑھ سکتا ہے۔

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ تو یہی ہے کہ آپ بالعموم رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر سے ہی پڑھتے۔ البتہ گاہے بگاہے بیس رکعت پڑھنے کی بھی ہدایت ہے باقی بعض صحابہ کرام اور کئی ایک بعد کے مسلمان 46,40,36 تک بھی پڑھ لیتے تھے دراصل اس تفاوت کا تعلق قرأت کے لمبا اور چھوٹا کرنے اور سہولت بہم پہنچانے سے ہے نہ کہ کسی نص المستتاۃ سے چنانچہ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں ان تمام روایات پر بنا کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

الحاصل ان الذی ولّت علیه احادیث الباب رما یشالیهٔوت وهو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوة فی جماعة وفرادی فقصر الصلوة المسمّتاةِ با لتراویح علی عددمعّین وتخصیصها بقرأة مخصرصة لم یر دبه السنة

(نیل الدماز جلد3 صفحه 53)

یعنی مختلف احادیث سے جو بات ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں زیادہ دیر تک جاگ کر نفل نماز پڑھنی چاہیئے یہ نماز باجماعت بھی ہو سکتی ہے اور علیحدہ علیحدہ بھی باقی اس نماز کی رکعات کی تعداد کیا ہو اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تو کوئی صریح ارشاد موجود ہے اور نہ ہی آپ کے عمل میں گیارہ رکعت سے زیادہ کی کوئی سنت موجود ہے

سوال۔ رمضان کے مہینہ میں اگر مغرب کی نماز میں بارش ہو رہی ہو تو کیا مغرب عشاء کی نمازیں جمع ہو سکتی ہیں جب کہ تراویح کا باقاعدہ انتظام ہو؟

جواب۔ رمضان کے مہینہ میں ضرورت کے پیش نظر بمطابق فیصلہ حاضر احباب مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر تراویح پڑھنا ہو تو جمع کرنے کے معاً بعد پڑھی جا سکتی ہیں اصولاً اس تقدیم وتاخیر میں کوئی شرعی امر مانع نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں کچھ دیر کر کے عشاء کے وقت کے قریب دونوں نمازیں جمع کی جائیں اور پھر تراویح کی نماز ادا ہو۔

سوال۔ رمضان المبارک کی تراویح میں ختم قرآن پاک کے بعد حافظ صاحب کم وبیش رکوع دو رکوع شروع سے پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

جواب۔ ایسا تفاول کے طور پر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ رمضان میں پھر قرآن پاک سنانے کی توفیق دے تاہم یہ کوئی سنت نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے کا حکم ہے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو بھی حرج نہیں۔

سوال۔ 27 رمضان المبارک یا کسی اور دن سارا ایک ہی دن میں قرآن کریم ختم کرنے کا رواج ہے یہ ختم بعض اوقات ایک ہی آدمی رات بھر میں کرتا ہے یا بعض آدمی مل کر قرآن کریم کے حصے کر کے ختم کرتے ہیں؟

جواب۔ بعض لوگ جو ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کرنا فخر سمجھتے ہیں وہ درحقیقت لاف مارتے ہیں دنیا کے پیشہ ور لوگ بھی اپنے اپنے پیشہ پر ناز کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس طریق سے قرآن ختم نہیں کیا بلکہ چھوٹی چھوٹی سورتوں پر آپ نے اکتفاء کیا۔

(روز نامہ الفضل 11/اکتوبر 1972ء)

سوال۔ نماز تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر اگر حافظ صاحب کو کچھ نقدی یا کپڑوں کی صورت میں دیا جائے تو کوئی ممانعت نہیں کیا یہ مستحسن ہے؟

جواب۔ اس کا رواج چل پڑا ہے اور حافظ صاحبان دور دراز کا سفر اختیار کر کے اس قسم کے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ حالت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے بڑی نامناسب ہے اور صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ صاحب استطاعت لوگوں نے اپنی اولادوں کو قرآن حفظ کروانے اور تراویح میں سنانے سے غفلت برتی ہے لیکن جب کہ حال یہ ہے کہ حفاظ باوجود غیر معمولی محنت کے گزارہ کے لحاظ سے بڑی قابل رحم حالت میں ہیں اور قوم کو اس کے تدارک کا خیال نہیں تو ایسی صورت میں اگر تراویح پڑھانے والے حافظ کی نقدی سے امداد کی جائے تو اس میں غریب پروری کے ساتھ

ساتھ امت کے ایک حصہ میں حفظ قرآن کے شوق کو زندہ رکھنے کی کوشش کے آخری نشان دیکھے جاسکتے ہیں اور اس لحاظ سے ہم اُسے بحالت مجبوری غیر مستحسن فعل نہیں کہہ سکتے ۔

سوال ۔ نماز تراویح کے موقع پر جب ختم قرآن ہو تو مٹھائی وغیرہ کا تقسیم کیا جانا اسلامی نقطہ نگاہ سے ممنوع تو نہیں؟

جواب ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اس طرح ایسے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کا رواج نہ تھا اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ امر کوئی سنت یا مستحب ہے ہاں اگر کوئی اپنی خوشی سے مٹھائی تقسیم کرے تو وہ ایسا کرسکتا ہے لیکن اسے ایک رسم نہ بنایا جائے اور نہ ہی اسے ایک شرعی حکم سمجھ کر اس پر ثواب وعقاب کی بنیادیں کھڑی کی جائیں ۔

فدیہ

رمضان کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر انسان مریض ہو خواہ مرض لاحق ہوا ہو یا ایسی حالت میں جس میں روزہ رکھنا یقیناً مریض بنا دے گا جیسے حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت یا ایسا بوڑھا شخص جس کے قویٰ میں انحطاط شروع ہو چکا ہے یا پھر اتنا چھوٹا بچہ جس کے قویٰ نشوونما پا رہے ہیں تو اسے روزہ نہیں رکھنا چاہیئے اور ایسے شخص کو اگر آسودگی حاصل ہو تو ایک آدمی کا کھانا کسی کو دے دینا چاہیئے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو نہ سہی ایسے شخص کی نیت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے روزے کے برابر ہے ۔

اگر روک عارضی ہو اور بعد میں وہ دور ہو جائے تو خواہ فدیہ دیا ہو یا نہ دیا ہو روزہ بہرحال رکھنا ہوگا فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ یہ تو محض اس بات کا بدلہ ہے ان دنوں میں باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس بات کا شکرانہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے ۔ کیونکہ روزہ رکھ کر جو فدیہ دیتا ہے وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ روزہ رکھنے کی توفیق پانے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو روزہ رکھنے سے معذور ہو وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے دیتا ہے آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں عارضی اور مستقل ۔ ان دونوں حالتوں میں فدیہ بھی دینا چاہیئے اور پھر جب عذر دور ہو جائے تو روزہ بھی رکھنا چاہیئے غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے ۔ لیکن سال دو سال تین سال بعد جب بھی صحت اجازت دے اُسے پھر روزہ رکھنا ہوگا سوائے اس صورت کے کہ پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد وہ ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر مستقل طور پر خراب ہو جائے ۔ باقی جو بھی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے ایام میں روزے رکھے ۔

(الفضل 10/ اگست 1945ء)

سوال ۔ فدیہ رمضان کس پر واجب ہے کیا بوڑھا ضعیف دائم المریض حاملہ مرضعہ وغیرہ جو آئندہ رمضان تک عــدة پوری کرنے کی توقع نہیں رکھتے صرف یہی لوگ فدیہ دے سکتے ہیں یا اس شخص کو بھی فدیہ دینا چاہیئے جو وقتی طور پر بیمار ہو کر چند روزے چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور رمضان کے بعد تندرست ہو کر عدت پوری کرنے کی توقع رکھتا ہے ۔ نیز فدیہ کی مقدار کیا ہے؟

جواب ۔ عام ہدایت یہ ہے کہ انسان روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو فدیہ بھی ادا کرے روزوں کا رکھنا فرض ہوگا اور فدیہ ادا کرنا سنت ۔ باقی رمضان کے روزوں کا فدیہ اس شخص پر واجب نہیں جو وقتی طور پر بیمار ہو کر چند روزے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا ہو ۔ سوائے اس کے کہ وہ ان روزوں کی قضاء سے پہلے ہی اپنے مولیٰ کو پیارا ہو جائے اس صورت میں اُس کے ورثاء پر لازم ہوگا کہ وہ اس کی طرف سے ان روزوں کا فدیہ ادا کریں ۔

رمضان کے روزوں کا لازمی طور پر فدیہ صرف ایسے لوگوں پر واجب ہے جن کے متعلق یہ توقع نہ ہو کہ مستقبل قریب میں روزوں کی قضاء کی طاقت حاصل کرسکیں گے ۔ مثلاً بوڑھا ضعیف ہے یا دائم المریض یا حاملہ یا مرضعہ ہے ۔

(ھدایتہ المجتھد جلد1 ص 205 او جز المسالک جلد3 صفحہ37 و ترمذی کتاب الصوم)

فدیہ کی مقدار کیا ہے؟ اس بارہ میں اصولی ہدایت یہ ہے کہ ارشاد الٰہی **مــن اوسـط مـا تطعمون اهليكم** کو مدنظر رکھا جائے یعنی جس معیار کا کھانا انسان گھر میں بالعموم کھاتا ہے اتنی مقدار ایک دن کے فدیہ کی ہو البتہ حضرت امام ابوحنیفہ نے اس کا اندازہ گندم کا نصف صاع یعنی پونے دو سیر کے قریب بیان کیا ہے ۔

سوال ۔ ایک ہی شخص کو اگر ایک وقت کا کھانا روزانہ دیا جائے تو کیا اس طرح سے روزہ کا فدیہ ادا ہو جائے گا مثلاً ایک شخص ماہ رمضان کے روزے نہیں رکھتا اور اس کی بجائے دو ماہ تک ایک شخص کو ایک وقت کا کھانا دیتا رہتا کیا یہ جائز ہے؟

جواب ۔ روزہ کا فدیہ کسی کو بھی دیا جاسکتا ہے تاہم بہتر اور زیادہ ثواب کا موجب یہ ہے کہ کسی نیک متقی پابند صوم وصلوٰة کو دیا جائے ۔

اصل یہ ہے کہ فدیہ میں صبح وشام کا کھانا دیا جائے اگر ایک ہی شخص کو روزانہ صرف ایک وقت مثلاً شام کا کھانا دیا جائے تو اس طرح دو ماہ کھلانے سے ایک ماہ کے روزوں کا فدیہ تو ہو جائے گا ۔ لیکن یکمشت ادا کرنا یا راشن کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے ۔

فدیہ کی رقم کیسے خرچ ہو

ایک شخص کا یہ سوال ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو اس کے عوض مسکین کو کھانا

کھلانا چاہیئے یا اس کے کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟
حضرت اقدس نے فرمایا ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلا دے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔

(بدر 7 فروری 1918 بحوالہ فتوی مسیح موعود صفحہ 137)

صدقۃ الفطر ہر غریب اور امیر پر فرض ہے

چوتھی قسم کی عبادت کی مثال صدقہ خیرات ہے اس عبادت کی بھی اسلام نے انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتیں مقرر کی ہیں اور فرضی اور نفلی مقرر کی ہیں۔ ہر عید کے موقع پر رمضان کے بعد عید کی نماز سے پہلے ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ کم از کم ڈیڑھ سیر گندم یا اور مناسب غلہ خدا کے لئے غرباء کی خاطر دے خواہ غریب ہو یا امیر، غریب اس میں سے دے دے جو اُس کو اس دن ملا ہوا اور امیر اس سے جو اُس نے پہلے کو چھوڑا ہے۔

(دیبا چہ تفسیر القرآن)

سوال۔صدقۃ الفطر کس غلہ میں سے دیا جائے۔کیا کھجور یا اس کی قیمت اس صدقہ کے لئے ضروری ہے؟

جواب۔صدقۃ الفطر اس غلہ میں سے ادا کرنا زیادہ مناسب ہے جو کسی علاقہ میں عام طور پر بطور خوراک استعمال ہوتا ہے اور اگر مختلف قسم کے غلے استعمال کئے جاتے ہوں تو ان میں جو قیمتی غلہ ہے اس کا نصف صاع یعنی قریباً پونے دوسیر اور جو اوسط درجے کی قیمت کا ہے اس کا ایک صاع ادا کرنا چاہیئے۔

کتاب فقہ مذاہب اربعہ جلد 1 صفحہ 229 میں امام مالک کے مسلک کے بارہ میں لکھا ہے ویجب اخراجها من غالب قوت البلاد یعنی صدقۃ الفطر اس قسم کی خوراک سے ادا ہو جس کا عام طور پر علاقہ میں استعمال ہے امام شافعی کہتے ہیں صدقۃ الفطر ایسی خوراک سے نکالنا چاہیئے جو عام طور پر عید کے دن استعمال کی جاتی ہے

حدیث میں آتا ہے فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زکوۃ الفسر من رمضان صاعاً من تمراد صاعاً من شعیر وفی روایۃ کنا فخرج زکوۃ الفطر اذاکان فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صاعاً من طعام ارصاعاً من زبیب ارصا عاً

(نیل الا وطار جلد 4 صفحہ 179)

وفی روایۃ او صاعاً من تعیق

(کشف الغمہ جلداوّل صفحہ318)

ان روایات سے یہ مراد واضح ہے کہ صدقۃ الفطر کے لئے کسی خاص غلّہ کی تخصیص نہیں جو بھی خوراک کسی علاقہ میں استعمال ہوتی ہے اس سے صدقۃ الفطر ادا کیا جا سکتا ہے یا اُس کی قیمت دی جا سکتی ہے۔اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے

کا ن عمربن الخطابُ یخرج من الحنطۃ نصف صاع مکان شعیر او غیرہ وتبعۃ النا س فلما کان ایام خلا فۃ علی کثرت الحنطۃ فزاد ذلک نصفاً قصارت صائماً

(کشف الغمہ جلداوّل صفحہ 319)

یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ جب کوئی غلہ کمیاب ہو اور زیادہ قیمت پر ملتا ہو تو اُس میں سے نصف صاع صدقۃ الفطر کافی ہے اگر کسی وقت وہی غلہ عام ہو جائے اور سستا بکنے لگے تو پھر نصف صاع کی بجائے پورا صاع دینا چاہیے۔

سوال۔نظارت بیت المال کی طرف سے ہر سال عید الفطر کے موقع پر فطرانہ کی شرح پورا صاع یا نصف صاع کا اعلان ہوتا ہے اور اس کی قیمت گندم کے موجودہ نرخ پر لگا کر اعلان کر دیا جاتا ہے میرے خیال میں گندم کا نصف صاع درست نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھجور ملکی اناج بطور خوراک استعمال ہوتا تھا اور گندم غیر ملکی اناج تھا جو شام سے آتی تھی اور وہ کھجور سے زیادہ مہنگی ہوتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھجور کا پورا صاع ہو اور گندم کا نصف صاع اس لحاظ سے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہمارے لئے گندم جو کہ ہماری ملکی خوراک ہے پورا صاع ہو اور کھجور کا نصف ہو؟

جواب۔صدقۃ الفطر کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہی ہے کہ عام خوراک کا ایک صاع پورا ادا کیا جائے البتہ گندم اور کشمش (زبیب) کے بارہ میں چند مرسل روایات اور بعض صحابہ مثلاً عثمانؓ، علیؓ، ابو ہریرہؓ، جابرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ کی آراء ہیں کہ نصف صاع واجب ہے۔اس فرق کی بنیاد آیا ملکی اور غیر ملکی اناج ہے یا عمدہ اور غیر عمدہ اناج۔اس کی تقدیم سابقہ آئمہ کے بیانات میں نہیں مل سکی۔تاہم یہ امر قطعی طور پر غیر اہم ہے کیونکہ جو آئمہ پورا صاع مانتے ہیں اُن کی رائے میں صاع سے مراد وہ پیمانہ ہے جس کی مقدار ہمارے ملک میں اور ان کے لحاظ سے کوئی دوسیر بنتی ہے اور حنفی جو نصف صاع کے قائل ہیں وہ صاع کا وزن چار سیر کے قریب مانتے ہیں اور اس کا نصف دوسیر ملتا ہے۔اس لحاظ سے جہاں تک مقدار کا تعلق ہے کوئی خاص تفاوت دونوں نظریوں میں نظر نہیں آتا نیز عبادات کی زیادہ تر بنیاد نصوص پر ہوتی ہے۔ان میں قیاس اور تاویل کی بہت کم گنجائش تسلیم کی گئی ہے اس لئے ہماری جماعت نے دونوں نظریوں کو اپنی جگہ تسلیم کیا ہے یعنی جو استطاعت رکھتے ہیں وہ پورا صاع صدقہ فطر ادا کریں اور جن کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں وہ چاہیں تو نصف صاع ادا کر سکتے ہیں۔صحابہ کرام اور سابقہ آئمہ کے آئین اختلاف میں یہ گنجائش موجود ہے۔

سوال۔فطرانہ کی رقم کس طرح تقسیم کرنی چاہیئے۔کیا فطرانہ کی رقم کسی تعلیمی یا مذہبی ادارہ

کی عمارت پر بھی خرچ ہوسکتی ہے؟

جواب۔ بنیادی طور پر صدقۃ الفطر کی رقم غرباء میں تقسیم ہونی چاہیئے انہیں حسب گنجائش کم از کم اتنی رقم دی جائے جس سے وہ عید کی خوشی میں شریک ہوسکیں۔ عام معمول سے اچھا کھانا پکاسکیں اور اچھے کپڑے بنوا کر پہن سکیں اگر اس سے زیادہ دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں حدیث میں آتا ہے **فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر وقال اعنو ھم عن طواف ھذا الیوم۔**

(بیھقی بحوالہ نیل الاوطار جلد4صفحہ 186)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ واجب قرار دیا اور فرمایا اس کی غرض یہ ہے کہ تا غرباء کو عید کے دن در در مانگتے پھرنے سے بچایا جائے اور گھر بیٹھے ان کی ضرورت پوری کر دی جائے البتہ غرباء کی اس ضرورت سے اگر رقم بچ جائے تو اُسے دوسرے ثواب کے کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔

(نیل الاوطار جلد 4 صفحہ 184)

لیکن جماعتی ہدایت یہ ہے کہ یہ بچی ہوئی رقم مرکز میں بھجوا دی جائے یا اپنی دوسری اجتماعی ضرورتوں میں مرکز کی اجازت سے خرچ کی جائے۔ فطرانہ کسی غریب کو دیا جاسکتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''صدقہ کے واسطے مسلم یا غیر مسلم کی قید ضروری نہیں کافر محتاج مسکین کو بھی صدقہ دیا جاسکتا ہے۔''

(فتاویٰ مسیح موعود صفحہ 122)

سوال۔ کیا فطرانہ کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کر سکتے ہیں۔

جواب۔ فطرانہ غریبوں کا حق ہے اسے مسجد پر خرچ نہیں کیا جاسکتا ہاں جس غریب کو فطرانہ دیا اگر وہ اس رقم کو مسجد کے لئے بطور چندہ دیدے تو اور بات ہے اور یہ جائز ہے اصل بات تو ہمت اور اہمیت کی ہے اگر ایک شخص کوشش کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے تو وہ خدا کے گھر کے لئے کیوں کوشش نہیں کر سکتا۔

سوال۔ فطرانہ کی رقم میں سے کچھ بچا کر آئندہ کے متفرق اخراجات کے لئے ریزرو رکھنا جائز ہے؟

جواب۔ اگر فوری تقسیم سے رقم بچ جائے تو اُسے مرکز میں بھجوا دینا چاہیئے مرکز کی اجازت سے یہ رقم اپنے پاس بھی رکھی جاسکتی ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 25اگست 1976ء)

☆......☆......☆

ایک نظر! ایک نظر!!

ایچ۔آر۔ساحر

سراپا التجا برموقعہ ورودِ مسعود حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کر حقیروں پہ نظر۔۔ ایک نظر! ایک نظر!!
ہم فقیروں پہ نظر۔۔ایک نظر! ایک نظر!!

وَالــضُّــحٰــی جن سے ہیں وَالَّیْــلِ کی ساحر آنکھیں
جو بصارت کو بصیرت میں بدل دیتی ہیں
سائباں بن کے رہیں ہم پہ وہ طاہر آنکھیں
بے بصیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!

پھر۔ بہار آئی ہے اس کلبہء اَحزاں میں حبیب!
پھر۔ بَر آئی ہے تِرے بادہ گُساروں کی مُراد
پھر۔ سے جاگے ہیں سرِ کُوئے غریباں کے نصیب!
ہو اَخیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!

فرشِ راہ دیدہ وَراں کب سے ہیں بادید وسلام
اے جہانگیر و جہانبان و جہاندار، زَہے!
ہم کہ ہیں تیرے غلاموں کے غلاموں کے غلام
کر حقیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!

ایک مُدّت سے ہیں جو رِہینِ شبِ ہجرِ دراز
اک زمانے سے ہیں جو واقفِ تسبیحِ فراق
اُن کی اُمیدِ رہائی کو بھی ہو اذنِ جواز
اُن اسیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!

آ۔ تیری آنکھوں سے ان آنکھوں کو منسوب کریں
آ۔ عقیدت کو نئے اَوج معانی بخشیں
آ۔ تِری آنکھوں کو ہم کعبہء محبوب کریں
راہگیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!

کر حقیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!
ہم فقیروں پہ نظر، ایک نظر! ایک نظر!!

رمضان میں

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد
arshimalik50@hotmail.com

متقّی ہونے کا سب سامان ہے رمضان میں
یہ خدا کا خاص اک احسان ہے رمضان میں

کاروبارِ جنسِ عصیاں بند ہے رمضان میں
مستقل جکڑا ہوا شیطان ہے رمضان میں

نفس کے شیطان کو قابو کرو گر کر سکو
بابائے ابلیس کا چالان ہے رمضان میں

عام سی کوشش پہ بھی ہے اجر بے حد و حساب
قرب پانے کا کھلا میدان ہے رمضان میں

بخششیں اور رحمتیں بٹتی ہیں بھر بھر جھولیاں
کس کو عذرِ تنگیٔ داماں ہے رمضان میں

بھیگنا ہے جس کو بھیگے رات دن بوچھاڑ میں
مغفرت کا مستقل باراں ہے رمضان میں

جو بکھیڑے ہیں جہاں کے جلد نپٹاؤ انہیں
یکسوئی پانے کا تب امکان ہے رمضان میں

دن یہی رمضان کے ایّامِ معدودات ہیں
ربِ کعبہ کا یہی فرمان ہے رمضان میں

ماہِ رمضاں کے تقدس کا رہے ہر پل خیال
دوستو ! نازل ہوا قرآن ہے رمضان میں

وہ حرا کی غار وہ تنہائیاں سر مستیاں
عشقِ مولا کا چھپا طغیان ہے رمضان میں

یہ مہینہ ہے مقدس اور تصوّف کا نچوڑ
عبد سے معبود خود یک جان ہے رمضان میں

روح تک اس کی اُتر جاتی ہے ٹھنڈی چاندنی
جس کے دل پر غلبۂ ایمان ہے رمضان میں

کھڑکیاں جنت کی کھل جاتی ہیں ہر اس شخص پر
راہِ مولا کی جسے پہچان ہے رمضان میں

عیش و غفلت میں فنا کر دے جو یہ گنتی کے دن
کون اتنا غافل و نادان ہے رمضان میں

ہے بہت بد بخت جو پھر بھی نہ بخشا جا سکے
بابِ جنت کھل گئے اعلان ہے رمضان میں

روح لاغر کی نقاہت کی بھی کچھ تو فکر کر
کیوں تری نظروں میں دسترخوان ہے رمضان میں

زینہ زینہ طے کرے گا معرفت کی منزلیں
جو بھی عرشی صاحبِ عرفان ہے رمضان میں

آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے پاکیزہ اور قابل تقلید نمونے

رمضان کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ سال کا بڑا حصہ روزے رکھتے تھے

عبدالسمیع خان ایڈیٹر الفضل

روزہ عبادت بھی ہے اور عبادت کی معراج بھی۔ نبیوں کے سرتاج اور فخر دوعالم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے عبادت کی اس معراج کو ایسی سربلندیاں عطا کیں کہ وہ ہر ماضی اور ہر مستقبل کے لئے اسوۂ حسنہ اور محبت الٰہی کا معیار بن گیا اور پھر آپؐ نے اپنی قوت قدسیہ کے ساتھ اپنے صحابہؓ کو ان راہوں پر اس طرح گامزن کیا کہ وہ بڑی سہولت اور تیز رفتاری کے ساتھ بلند منازل کی طرف دوڑنے لگے۔ روزہ کی سب سے عالی منزل تو ماہ رمضان ہے جو نزول قرآن کی یادگار ہے اور جو قرآن کریم کے تمام مقاصد کو پورا کرنے والا ہے اس لئے یہ مہینہ فی الحقیقت روحانیت کا موسم بہار ہے اور مدینہ میں اس بہار کی تجلی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ مہینہ وصال الٰہی کی سالگرہ ہے اسی میں وہ رات طلوع ہوتی تھی جس نے اس ظلماتی زمانہ کو لیلۃ القدر بنادیا اور انسانی مقدر کے اندھیاروں کو اجالوں میں بدل دیا تھا۔

جشن بہار۔ رمضان

یہ مہینہ کائنات کا سب سے سچا جشن ہے، جس کی جلوہ گاہ مدینہ ہے، جس کی روح رواں اور میزبان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور جس کا مہمان جبریل روح الامین ہے اور قدوسیوں کی اس بزم کی رونق قرآن کریم سے ہے۔ اس جشن میں روشنی کے لئے تیل اور گھی کے نہیں تقویٰ کے چراغ جلائے جاتے ہیں اور ان کی لو پہلے سے بھی بلند کی جاتی ہے۔ یہ کیسا اعلیٰ جشن ہے جس میں چٹ پٹے کھانے نہیں خدا کی خاطر بھوک کی لذتیں ہیں۔ قہقہوں کا بے ہنگم شور نہیں اپنے مولیٰ کی جناب میں گریہ وزاری کا پُر وقار تقدس ہے۔ تیز آندھیوں سے بڑھ کر مال لٹایا جاتا ہے مگر ظاہری آرائش کے لئے نہیں خدا کی بے کس مخلوق کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے۔ دوسروں کے حق چھینے نہیں جاتے اپنے حقوق کی قربانی دی جاتی ہے۔ حرام کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا تو درکنار حلال اشیاء سے بھی بے رغبتی ہے۔ دن کو جود وسخا کا ایک طوفان برپا ہے تو شب کو گریہ وزاری کا سماں ہے۔ ہر رات نزول جبریل اور قرآن کی دہرائی ہے۔ ہر طرف محبت الٰہی کے غلغلے اور جہاد بالنفس کے تذکرے ہیں۔ ماہ رمضان کے روزے کوئی معمولی آزمائش نہیں اور جس سے پورے صدق سے گزرنے کے بعد خدا تعالیٰ عید کی خوشیاں منانے کو فرض قرار دیتا ہے مگر یہ مہینہ عاشقان الٰہی کی پیاس کو مٹاتا نہیں اور زیادہ بھڑکا جاتا ہے، جس کو تسکین دینے کے لئے آنحضرت ﷺ نے کثرت کے ساتھ نفلی روزوں کی سنت قائم فرمائی۔

جاری خوشبو

روزوں کی اس خوشبو سے صرف ماہ رمضان معطر نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہؐ اور صحابہؓ کا سارا سال عطر بیز رہتا ہے۔ خصوصاً رمضان سے پہلا مہینہ شعبان اور اس کے بعد شوال کا پہلا عشرہ تو خاص طور پر فیض پاتا ہے۔ رمضان کے استقبال اور الوداع کا اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہوسکتا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ روزے رکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک (رمضان کے علاوہ) سب سے پسندیدہ مہینہ شعبان تھا۔ (سنن نسائی کتاب الصیام باب صوم النبی حدیث نمبر 2310)

حضور اکرم ﷺ رمضان کے علاوہ سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھتے تھے بلکہ شعبان کا اکثر حصہ روزوں میں گزارتے تھے لیکن خاص طور پر شعبان کے آخری حصہ میں اور رمضان سے ایک دو دن متصل شعبان کے روزوں سے منع فرماتے تھے۔

(بخاری کتاب الصوم باب صوم شعبان حدیث نمبر 1833 ولا یتقدم رمضان بصوم یوم حدیث نمبر 1781 ترمذی ابواب الصوم باب کراھیۃ الصوم فی النصف الباقی من شعبان حدیث نمبر 669)

ذی الحج

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذی الحج کے مہینہ میں پہلے 9 دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

(نسائی کتاب الصیام باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام حدیث نمبر 2374)

البتہ آپ نے حاجی کو عرفہ کے دن 9 ذوالحجہ کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابو داؤد کتاب الصوم باب صوم یوم عرفۃ حدیث نمبر 2084)

10 محرم کا روزہ

قریش جاہلیت میں عاشوراء یعنی 10 محرم کا روزہ رکھتے تھے اور یہ طریق غالباً یہود کے اثر کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ ان کے خیال میں 10 محرم کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی تھی اور حضرت موسیٰ اس نشان کی یاد میں روزہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ مکہ میں 10 محرم کو روزہ رکھتے رہے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے اور معلوم ہوا کہ یہود یہ روزہ حضرت موسیٰ کی اتباع میں رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت موسیٰ سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور اتباع کا حقدار ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے بھی یہ روزہ رکھا اور دیگر مسلمانوں کو حکم دیا۔ مگر رمضان کے احکام آنے کے بعد آپؐ نے اس کی پابندی کروانی ترک کر دی۔ آپؐ روزہ رکھتے تھے اور صحابہؓ میں سے جو چاہتا تھا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب صیام یوم عاشوراء۔ حدیث نمبر 1862تا1868)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے نزدیک محرم کے مہینہ کے ہیں۔

ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا کہ آپ مجھے رمضان کے بعد کس مہینہ میں روزے رکھنے کا ارشاد فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا:۔

اگر تم ماہ رمضان کے بعد کسی اور مہینہ میں روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم میں رکھو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اسی ماہ میں آخرین کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (جامع ترمذی کتاب الصوم باب صوم المحرم حدیث نمبر 672,671)

ایام بیض

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایام بیض یعنی ہر چاند کی 13-14-15 تاریخ کو باقاعدگی سے روزے رکھتے تھے۔ (نسائی کتاب الصیام باب صوم النبیؐ حدیث نمبر2305)

آپؐ صحابہؓ کو بھی ان ایام کے روزوں کی ترغیب دلاتے اور فرماتے ھی صوم الشھر یہ مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب رکھتے ہیں۔

(نسائی کتاب الصیام باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل شھر حدیث نمبر2388)

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے رسول اللہؐ سے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا اس ماہ میں بندوں کے اعمال خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ دار ہونے کی حالت میں پیش ہوں۔ (نسائی کتاب الصیام باب صوم النبیؐ حدیث نمبر2317)

شوال

رسول اللہ ﷺ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے جو یہ روزے باقاعدگی سے رکھے گا وہ گویا ساری زندگی کے روزوں کا اجر پائے گا۔

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال حدیث نمبر1984)

ایام تشریق

ایام تشریق سے مراد ذوالحجہ کی 11، 12، 13 تاریخیں ہیں۔ یہ وہ دن ہیں جو حاجی لوگ منیٰ میں گزارتے ہیں۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ ایام تشریق میں روزے رکھتے تھے۔ (بخاری کتاب الصوم باب صیام ایام التشریق)

ایک روایت میں حضرت عروہ کی بجائے حضرت ابو بکرؓ کا ذکر ہے۔ (فتح الباری) (ایام تشریق کے روزوں کے متعلق علماء میں اختلاف ہے)۔

سوموار اور جمعرات

آنحضرت ﷺ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان دنوں میں اعمال خدا کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ (سنن نسائی کتاب الصیام باب صوم النبیؐ حدیث نمبر2318)

صحابہؓ ان روزوں کا بھی التزام کرتے تھے چنانچہ حضرت اسامہؓ نے بڑھاپے میں ان دنوں کے روزے رکھے تو ان کے غلام نے کہا آپ تو بوڑھے ہیں پھر ان دنوں میں کیوں

روزے رکھتے ہیں۔فرمایااس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی سنت ہے۔ (ابو داؤد کتاب الصوم باب فی صوم الاثنین و الخمیس حدیث نمبر 2080)

تین روزے

ایک اور روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان روزوں کے لئے کوئی مقررہ ایام نہیں تھے۔

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثة ایام حدیث نمبر 1974)

حضرت ابو ہریرہؓ یہ تین روزے باقاعدگی سے رکھتے تھے اور فرماتے تھے میرے آقا نے مجھے اس کی نصیحت فرمائی ہے۔ (بخاری کتاب الصوم باب صیام ایام البیض حدیث نمبر 1845)

روزے کی تلاش

یوں لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ روزے رکھنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش میں رہتے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ صبح کے وقت دریافت فرماتے کہ گھر میں کھانے کو کچھ ہے۔میں عرض کرتی یارسول اللہ کوئی چیز نہیں تو فرماتے کہ پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔

(مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلة بنية من النهار حدیث نمبر 1950)

حضرت ابوالدرداءؓ،حضرت ابوطلحہؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حذیفہؓ بھی اسی سنت پرعمل پیرا تھے۔ (بخاری کتاب الصوم باب اذانوی بالنهار صوماً)

یہ بتانے کے لئے کہ نفلی روزوں کے لئے سال کا کوئی حصہ یا موسم مخصوص نہیں،آنحضرت ﷺ نے سال کے ہر حصہ میں روزے رکھے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کبھی اس طرح مسلسل روزے رکھتے تھے کہ دیکھنے والا کہتا تھا آپؐ روزے کبھی نہیں چھوڑیں گے اور کبھی روزے اس طرح چھوڑ دیتے کہ دیکھنے والا کہتا آپؐ اب روزے نہیں رکھیں گے۔ (بخاری کتاب الصوم باب مایذکر من صوم النبیؐ حدیث نمبر 1835)

اس طرح بھی آپؐ نے اپنے نام لیواؤں کے لئے وسعت اور سہولت پیدا فرمائی۔

صوم الوصال

آنحضرت ﷺ روزوں میں وصال بھی کرتے تھے۔جس سے مراد یہ ہے کہ آپ بغیر افطار کئے روزہ مسلسل جاری رکھتے تھے۔یہ آپ کی غیر معمولی خداداد صلاحیت اور طاقت تھی۔

جب صحابہؓ نے آپ کی تقلید کرنا چاہی تو آپ نے اس سے منع فرمادیا اور فرمایا:۔

مجھے تو میرا رب کھلاتا پلاتا رہتا ہے۔اس لئے تم اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ جتنی تم میں طاقت ہے۔

مگر جب بعض صحابہ نے جوش محبت اور اتباع میں صوم وصال شروع کئے تو آپ نے دو دن متصل روزہ رکھا تیسرے دن اتفاق سے چاند نظر آ گیا تو آپ نے فرمایا اگر چاند نہ نکلتا تو میں اور مسلسل روزے رکھتا۔آپ کا یہ ارشاد ان پر ناراضگی کے اظہار کے لئے تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب التنکیل لمن اکثر الوصال حدیث نمبر 1829)

حکماً روکنا پڑا

ایک دفعہ چند صحابہؓ خاص اس غرض سے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادات کے حالات دریافت کریں۔وہ سمجھتے تھے کہ آنحضرتؐ رات دن عبادات کے سوا کچھ نہ کرتے ہوں گے۔حالات سنے تو ان کے معیار کے موافق نہ تھے۔بولے کہ بھلا ہم کو آنحضرتؐ سے کیا نسبت؟ ان کے تو اگلے پچھلے سب گناہ خدا نے معاف فرمادیئے ہیں۔ایک صحابیؓ نے کہا کہ اب میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہا کہ میں عمر بھر روزہ رکھوں گا۔تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔

اسی اثناء میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا کی خشیت اور تقویٰ رکھنے والا ہوں لیکن میں بعض دن روزہ بھی رکھتا ہوں اور بعض وقت نہیں رکھتا اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح حدیث نمبر 4675)

صحابہؓ کا ذوق وشوق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ صائم الدھر رکھتے تھے یعنی کسی وقفہ کے بغیر مسلسل روزے رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو۔ چونکہ ہر نیکی کی جزاء دس گنا ہے اس لئے تیس روزوں کا اجر ملے گا اور اس طرح تم خدا کی نظر میں مسلسل روزہ دار قرار پاؤ گے۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا دو دن کے وقفہ کے بعد ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن ناغہ اور یہ سب سے زیادہ متوازن طریق ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں مگر رسول اللہؐ نے اس سے زیادہ اجازت عطا نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہؓ ایک لمبے عرصہ تک اسی حکم کے مطابق صوم داؤدی پر عمل پیرا رہے مگر بڑھاپے میں جب جسمانی طاقت بہت کم ہوگئی تو فرماتے تھے کاش میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

(بخاری کتاب الصوم باب صوم الدھر حدیث نمبر1840 و حق الجسم فی الصوم حدیث نمبر1839)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ رسول اللہ ﷺ سے مل کر گئے ایک سال بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو صورت اس قدر بدل چکی تھی کہ رسول کریم ﷺ انہیں پہچان نہ سکے۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری صورت تو بہت اچھی تھی تمہیں کیا ہوا تو انہوں نے کہا جب سے آپ سے مل کر گیا ہوں صرف رات کو کھانا کھاتا ہوں یعنی مسلسل روزے رکھتا ہوں۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا:

’’تم نے اپنے نفس کو کیوں اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے رمضان کے روزے رکھو اور ہر ماہ ایک روزہ رکھو۔ انہوں نے کہا مجھ میں زیادہ طاقت ہے کچھ اور بڑھائیں تو آپؐ نے فرمایا دو روزے رکھو۔ پھر ان کے اصرار پر تین روزوں کی اجازت دی۔ انہوں نے مزید اصرار کیا تو فرمایا حرمت والے مہینوں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں روزے رکھو۔ اس طرح کہ تین دن روزہ رکھو اور پھر تین دن ناغہ کرو۔‘‘ (سنن ابو داؤد کتاب الصوم باب فی صوم اشھر الحرم حدیث نمبر2073)

حضرت صرمہ بن قیسؓ انصاری روزہ دار تھے۔ باہر سے گھر واپس آئے بیوی سے کھانا مانگا مگر گھر میں کچھ نہ تھا وہ کوئی چیز حاصل کرنے باہر گئیں تو سارے دن کی تھکاوٹ کی وجہ سے حضرت صرمہؓ کی آنکھ لگ گئی اور وہ کچھ نہ کھا سکے اور اگلے دن بھی اسی بھوک کے عالم میں روزہ کے ساتھ کام پر نکل کھڑے ہوئے مگر دوپہر کو بھوک کی شدت سے بیہوش ہو گئے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر1782)

حضرت ابوامامہؓ الباھلی نے متعدد غزوات میں رسول اللہ ﷺ سے شہادت کی دعا کی درخواست کی مگر آپؐ نے سلامتی کی دعا کی۔ ایک غزوہ سے واپسی پر انہوں نے عرض کی کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جس سے خدا مجھے نفع دے تو آپ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کا کوئی بدل نہیں۔ چنانچہ ابوامامہ اور ان کی بیوی اور ان کا خادم روزوں کا خاص اہتمام کرتے تھے حتیٰ کہ روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت بن گئی اور اگر کسی دن ان کے گھر میں آگ یا دھواں نظر آتا تو لوگ سمجھ لیتے کہ ان کے ہاں کوئی مہمان آیا ہوا ہے۔ جس کے لئے گھر میں کھانا پک رہا ہے۔ انہوں نے اپنے طریق کار سے رسول کریم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے انہیں مزید خوشخبریاں دیں۔ (مسند احمد حدیث نمبر21171)

حضرت ابوطلحہؓ انصاری عہد رسالت میں غزوات میں شرکت کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے اس لئے رسول ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے اس کی تلافی کرنی شروع کی اور 40 برس مسلسل روزے رکھے۔ (اسد الغابہ جلد نمبر2 ص233)

قوت کا راز

اللہ اور اس کے رسولؐ کی اتباع میں یہی پاکیزہ ادائیں صحابہؓ کی قوت اور فتوحات کا راز تھیں اور یہ امر ان کے دشمنوں کو بھی تسلیم تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں رومیوں سے جنگیں ہو رہی تھیں کہ ایک جنگ میں رومی شکست کھا کر قیصر روم ہرقل کے پاس انطاکیہ جا پہنچے۔ ہرقل نے ان سے پوچھا مسلمان تمہارے جیسے انسان ہیں تم تعداد میں ان سے زیادہ ہو پھر تمہاری شکست کا سبب کیا ہے۔ لشکر کے سرداروں میں سے ایک بوڑھے نے جواب دیا مسلمان اس لئے غالب آتے ہیں کہ وہ راتوں کو جاگ کر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ دن کو خدا کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ کوئی عہد کریں تو اسے وفا کرتے ہیں۔ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور آپس میں برابری اور مساوات کا معاملہ کرتے ہیں۔ مگر ہم لوگ ہیں کہ شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کاری کرتے ہیں، وعدہ خلافی کرتے ہیں، ظلم ڈھاتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی والا کام کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں تو ہم لوگ کس طرح غالب آ سکتے ہیں۔ (البدایہ والنھایہ جلد نمبر7 ص 15)

حضرت مصلح موعودؓ کی صحت کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے روزے

حضرت مصلح موعودؓ نے 28 دسمبر 1944ء کو جلسہ سالانہ کے اختتامی خطاب بعنوان الموعود میں فرمایا:۔

''میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ہے۔آپ چونکہ طبیب بھی تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں اس لئے آپ کا طریق تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں! میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں سخت ککرے پڑ گئے تھے اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف ککروں کی وجہ سے پیدا ہوگئی کہ ڈاکٹروں نے کہا اس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے میری صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی آپ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آپ نے کتنے روزے رکھے۔بہرحال تین یا سات روزے آپ نے رکھے۔جب آخری روزے کی آپ افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لئے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے''۔ (الموعود۔ انوار العلوم جلد17 ص566)

چراغ سے چراغ

صحابہؓ روزوں کا یہی ذوق وشوق اپنی آئندہ نسلوں میں بھی منتقل کرتے تھے۔ایک بار حضرت عمرؓ نے رمضان میں ایک بدمست کو یہ کہہ کر سزا دی کہ رمضان میں ہمارے بچے تک روزہ رکھتے ہیں اور تو اس سے محروم ہے۔ (بخاری کتاب الصوم باب صوم الصبیان)

حقیقت یہ ہے کہ روزہ سے محرومی برکتوں سے محرومی ہے تقویٰ سے محرومی ہے اور روزہ سے محبت اور اپنائیت ایمان اور تعلق باللہ کا بلند تر زینہ اور جسمانی اور روحانی فتوحات کا پیش خیمہ ہے۔یہی تاریخ کا کھلا کھلا اعلان اور فیصلہ ہے۔

روزہ اور جھوٹ سے اجتناب

اللہ تعالیٰ کامل سچائی اور سراپا حق ہے اور قرآنی تعلیم بھی سراسر حق وحکمت پر مشتمل ہے اور اس کا رسولؐ بھی صدق مجسم ہے۔اس لئے تعلق باللہ کا پہلا زینہ راستبازی اور حق گوئی ہے۔پس انسان جتنا سچا ہوتا چلا جائے گا وہ خدا کے قریب ہوتا چلا جائے گا اور یہی رمضان کا مقصود ہے یعنی تقویٰ کا حصول ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟

اعلیٰ ترین سچائیوں کو پہچاننے اور ان پر کاربند ہونے کا نام تقویٰ ہے۔یہ سچائی عام روزمرہ زندگی کی ہو،سائنسی یا تاریخی حقائق ہوں یا روحانی زندگی کے معاملات ہوں ہر ترقی کا ہر دروازہ سچائی کی چابی سے کھلتا ہے۔رمضان انسان کو باخدا بنانے کے لئے آتا ہے اس لئے رمضان کا ہم سے پہلا مطالبہ یہی ہے کہ ہم سچائی کی راہوں پر گامزن ہو جائیں۔اگر انسان بھوکا پیاسا رہے اور خدا کی طرف بڑھنے کے لئے پہلا قدم نہ اٹھائے تو اس کے فاقے کی خدا کو کیا پرواہ ہو سکتی ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للّٰہ حاجة في ان یدع طعامه و شرابه

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم۔ حدیث نمبر 1770)

جو شخص جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے صرف جھوٹ بولنے کا ذکر نہیں کیا بلکہ جھوٹ پر عمل کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔اگر آپ غور کریں تو جھوٹ ہر بدی کی ماں ہے اور جھوٹ پر عمل ہر بدی کا باپ ہے۔جس سے نئی بدیوں کی پیدائش ہوتی ہے۔مثلاً شرک،بدظنی،غیبت،بہتان،تکبر،ظلم اسی کے شاخسانے ہیں۔اسی لئے جس شخص نے رسولؐ اللہ سے پوچھا کہ مجھ میں بہت سی برائیاں ہیں آپ صرف ایک برائی چھوڑنے کا حکم دیں تو آپ نے فرمایا کہ جھوٹ چھوڑ دو۔اس نے جھوٹ چھوڑ دیا رفتہ رفتہ تمام برائیوں سے دور ہوتا چلا گیا۔

سچائی پر کاربند ہونے کا نتیجہ کیا ہے

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ اور فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور جہنم کی طرف اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب قول اللہ اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین حدیث نمبر 5629)

یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آخری شریعت کی شکل میں کامل سچائی نازل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے اس دل کا انتخاب کیا جو سب سے سچا تھا اور اپنی قوم کی ہزاروں سال کی تاریخ میں صرف اسی کو صادق اور امین کا لقب دیا گیا اور پھر خدا نے بھی اسے حق کا لقب دیتے ہوئے فرمایا:

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ (بنی اسرائیل:82)

حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل کی سرشت میں ہی بھاگنا ہے۔

سچائی کے اس شہزادے نے اپنی قوم کو سچائی کی راہ پر ڈال کر انہیں ساری بدیوں سے پاک کر کے سونے کی ڈلی بنا دیا۔ آپ نے سچائی کی باریک ترین تعلیم دیتے ہوئے بچوں کو بہلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا۔(ابو داؤد کتاب الادب باب التشدید فی الکذب حدیث نمبر 4339) مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے روکا۔

(حوالہ مذکورہ حدیث نمبر 4338)

تجارت کرتے ہوئے اپنے مال کے نقائص چھپانے سے منع کیا اور اچھے مال کے پردے میں برے مال کو چھپا کر بیچنے سے روکا۔

(بخاری کتاب البیوع باب اذابین البیان حدیث نمبر 1937۔ ابو داؤد کتاب البیوع باب النھی عن الغش حدیث نمبر 2995)

اس تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں امت کو صدیقیت کے انعام سے نوازا گیا اور آج تک ہزاروں صدیقوں سے اس کا دامن بھرپور ہے۔

پس رمضان میں جہاں انسان کھانا پینا چھوڑ کر اور دیگر جائز باتوں سے رک کر خدا کی ذات سے ایک عارضی مشابہت پیدا کرتا ہے وہاں جھوٹ سے رک کر اور سچائی اختیار کر کے بھی خدا تعالیٰ سے سچی مشابہت کی طرف قدم اٹھانا نہایت بابرکت اور نفع بخش ہے۔

رمضان تحمل و برداشت کا سبق دیتا ہے

شریعت کاملہ کا وہ بوجھ جس کو اٹھانے سے زمین و آسمان عاجز تھے اور جس کے نزول سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے وہ بوجھ انسان کامل محمد رسول اللہ ﷺ نے اٹھالیا اور رمضان کے مہینہ میں اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یقیناً ہم نے امانت کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسان کامل نے اسے اٹھالیا۔ یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔ (الاحزاب:73)

توحید کے اس اعلان کے ساتھ رسول کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر مظالم اور شدائد کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو مکی زندگی میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ جس نے صبر اور برداشت کے تمام سابقہ معیاروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ پس رمضان سے بڑھ کر کوئی ایسا مہینہ نہیں جسے تحمل اور برداشت کے لئے بطور نظیر کے پیش کیا جا سکے۔ اس عظیم بار امانت کے مقابل پر چھوٹی چھوٹی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنا اور جذبات کو قابو میں رکھنا بہت معمولی بات ہے اور اسی کی ہر سال امت محمدیہ کو رمضان میں ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہؐ نے اس مہینہ کو صبر کا مہینہ قرار دیا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ ہمدردی خلق کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الصوم الفصل الثالث)

یہ صبر بھوک اور پیاس پر صبر بھی ہے۔ یہ اپنے سرکش جذبات پر صبر بھی ہے اور دوسروں کی طرف سے ہونے والی ناپسندیدہ باتوں پر صبر بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے اس لئے روزہ دار نہ تو بیہودہ باتیں کرے نہ جہالت کے کام کرے اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالیاں دے تو دو دفعہ کہے میں تو روزہ دار ہوں۔(صحیح بخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم حدیث نمبر 1761)

اور 2 دفعہ کہنے میں یہ حکمت بھی ہے کہ مجھے تو عام حالات میں بھی صبر کا حکم ہے مگر اب تو میں روزہ دار ہوں اس لئے تم جتنی مرضی گالیاں دو میرے قدم اکھاڑ نہیں سکو گے۔

بدر کا سبق

وہ رمضان ہی کا مہینہ تھا جب کفار مکہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور سارے عالم اسلام کو مٹانے پر تل گئے اور جب بدر کے میدان میں ان کا پینے کا پانی ختم ہو گیا تو مسلمانوں کے کیمپ سے پانی لینے کے لئے آ گئے۔ صحابہ نے روکنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو نہ روکو اور پانی لینے دو۔ (سیرت ابن ہشام جلد1 ص622)

چنانچہ مسلمانوں کا میٹھا پانی پی کر وہ مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے کھڑے ہوگئے ۔مگر جب خدا کی نصرت نے انہیں نا کام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے بارہ میں فرمایا جو خود کھاؤ انہیں کھلاؤ اور جو خود پہنو انہیں پہناؤ۔صحابہ خود بھوکے رہتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے اور آخر کار ان سب کو آزاد کر دیا گیا۔ (بحواله سيرة خاتم النبيّن ص365)

چنانچہ جلد یا بدیر بدر کے سارے قیدی محمد مصطفیٰ ﷺ کا صبر اور برداشت اور اعلیٰ اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔

فتح مکہ کا پیغام

ایسا ہی واقعہ رمضان 8ھ میں پیش آیا جب رسولؐ اللہ نے مکہ فتح کیا تو سارے کافر اور ائمۃ الکفر سر جھکائے کھڑے تھے اور سزا سننے کے منتظر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذهبوا انتم الطلقاء... جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (تفسير در منثور سورة يوسف)

یہ عفو اور مکارم اخلاق دیکھ کر عام لوگوں سمیت ائمۃ الکفر بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔رمضان میں صبر اور عفو کی اس سے بڑی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ

حضرت مسیح موعودؑ اس برداشت کی انتہا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا...... بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس کو گندی سے گندی گالیاں دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا‘‘۔ (ملفوظات جلد اول ص302)

لیلۃ القدر کی دعا

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صبر اور عفو کرو اور جب خدا تمہیں لیلۃ القدر نصیب کرے تو خدا سے بھی عفو مانگو اور کہو **اللّٰهم انّک عفو تحب العفو فاعف عنا۔**

اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے عفو کو پسند کرتا ہے اس لئے ہمیں بھی معاف فرمادے۔

صبر کا نتیجہ

اس صبر اور عفو کا نتیجہ کیا ہوگا۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:۔

صوم شهر الصبر و ثلاثة ايام من كل شهر يذهبن وحر الصدر

یعنی صبر کے مہینے (رمضان) کے روزے اور ہر ماہ کے تین روزے سینے کی گرمی اور کدورت دور کرتے ہیں۔ (كنز العمال جلد8 ص464)

یعنی بعض لوگوں کے سینے میں جو اشتعال انگیز باتیں کھولتی رہتی ہیں بری نیتیں اور بدیاں کلبلاتی رہتی ہیں، غصے جوش مارتے ہیں نفرت اور انتقام کی آگ جلتی رہتی ہے۔تو روزے اس جلن کو ٹھنڈک میں بدلتے ہیں اور اطمینان عطا کرتے ہیں۔

پس رمضان دلوں سے کینے دور کرتا ہے خدا سے ملاتا ہے۔بندوں سے محبت کے سبق سکھاتا ہے۔اگر یہ سبق رمضان میں نہ سیکھا تو اسے سیکھنا بہت مشکل ہے۔

معدے کے تیزاب کا علاج

ضمناً یہ بھی ذکر کردوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک اور پہلو بھی بیان فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کے معدے میں روزے کی وجہ سے ایک قسم کا تیزاب پیدا ہو جاتا ہے اس کا علاج بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

عام طور پر میرے تجربے میں ہے کہ Bryonia 200 کی اگر ایک خوراک رات کو روزہ کھولنے کے دو تین گھنٹے کے بعد یا صبح تہجد کے وقت کھالی جائے تو ایسے مریض کو عموماً اس سے فائدہ پہنچتا ہے اور رمضان کے نتیجے میں جو تیزابی تلخی ہے اس سے بچت ہو جاتی ہے۔جن کو اس سے فائدہ نہ ہو ان کو Nux Vomica 30 کی ایک خوراک بہت فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح Acid معدے کا تیزاب مارنے کے لئے بعض دوسری ہومیو پیتھک دوائیں ہیں وہ استعمال کی جاسکتی ہیں ان میں Iris Versicolor 200 اگر کبھی کبھی کھائی جائے تو یہ بھی مفید ہے۔Robinia بھی ایک دوا ہے جو 30 یا 200 طاقت میں کھائی جاسکتی ہے۔

(خطبہ جمعہ 26 جنوری 1996ء۔ الفضل انٹرنیشنل 15 مارچ 1996ء)

رمضانِ کریم اور قرآن مجید کا باہمی رشتہ

لطف الرحمٰن محمود

رمضان المبارک، نزولِ قرآن کی سالگرہ

اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یوں تو بے شمار روحانی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان میں سے درج ذیل دو اپنی تاثیرات اور برکات کے لحاظ سے غیر معمولی افادیت کی حامل ہیں:

1۔قرآن مجید 2۔رمضان المبارک

قرآن مجید وہ آخری الہامی کتاب ہے جس کی سورتیں اور آیتیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر 23 سال کے عرصے میں وقفے وقفے سے نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بہت سے صحابہ کرام اور بعض صحابیات نے بھی اسے حفظ کرلیا اور تمام قرآن مجید مخطوطات اور مسودات کی شکل میں حیطہ تحریر میں آ گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں، حضرت زیدؓ بن ثابت کے ذریعے اس کا ایک بین الدفتین نسخہ بھی سرکاری طور پر محفوظ کرلیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے یہی نسخہ حضرت ام المومنین حفصہؓ سے حاصل کیا۔ چونکہ قرآن کریم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لغتِ قریش میں نازل ہوا تھا، اس نسخے کا اس حوالے سے جائزہ لے کر اس کی نقول اسلامی مملکت کے اہم مراکز میں موازنہ کرنے اور نقول تیار کرنے کے لئے رکھ دی گئیں۔ یہ واحد الہامی کتاب ہے جس کا متن مکمل طور پر الٰہی پیشگوئی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورة الحجر آیت 10) کے مطابق محفوظ چلا آ رہا ہے۔ ایسی ضمانت کسی اور الہامی کتاب کو نہیں دی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کسی کا متن اس طرح محفوظ نہیں رہ سکا۔

رمضان المبارک، اسلامی تقویم کا نواں مہینہ ہے۔ 2 ہجری میں رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے۔ (سورۃ البقرۃ آیت 184) صیام رمضان کے حکم میں یہ ذکر بھی موجود ہے کہ نزول قرآن سے قبل دوسرے مذاہب کے پیروکاروں میں بھی کسی نہ کسی شکل میں، روزہ رکھنے کا رواج موجود تھا۔ اسلامی روزے، دوسرے مذاہب کے روزوں سے کسی حد تک مختلف ہیں مگر روزوں کے مذہبی پہلو کا اشتراک موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ اگر کسی اہم معاملے میں اُس وقت تک کے نازل شُدہ قرآن مجید میں کوئی حکم یا ہدایت موجود نہ پاتے تو موسوی شریعت کے ایسے حکم پر عمل فرماتے۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہود کو عاشورہ کے روزے کا اہتمام کرتے دیکھا تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ عاشورہ یعنی 10 محرم کا روزہ رکھیں۔ مگر اگلے ہی سال صیام رمضان کا حکم نازل ہوگیا تو اس پر عمل درآمد شروع ہوگیا۔ اُسی سال یعنی شوال 2 ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ نماز عید کی امامت فرمائی۔ یہ اُمّت محمدیہؐ کی پہلی عید تھی۔

رمضان المبارک، متعدد عظیم الشان خصوصیات کا حامل مہینہ ہے۔ اس کی ایک تاریخی خصوصیت خاص طور پر قابل ذکر ہے یعنی اس ماہِ مبارک میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ اکثر اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ غارِ حرا میں 25 یا 27 رمضان المبارک کو سورة العلق کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ سن عیسوی کے حوالے سے یہ 610ء کا واقعہ ہے۔ جبلِ حرا، جسے جبلِ نُور بھی کہتے ہیں مکّہ سے تقریباً 3 میل کے فاصلے پر واقعہ ہے اس کی ایک غار میں حضور ﷺ بعثتِ رسالت سے قبل، عبادت اور مراقبے کے لئے جایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں اس طریق عبادت کے لئے ''تحنّث'' (غور وفکر، مراقبہ) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے دینِ ابراہیمیؑ کا طریقِ عبادت مراد لیا ہے۔

غارِ حرا میں نزول قرآن کی اس مبارک ابتداء کے بعد اس بابرکت وحی کا سلسلہ 23 سال تک جاری رہا۔ اس حوالے سے ہم رمضان المبارک کو ''نزول قرآن کی سالگرہ'' کہہ سکتے ہیں۔ ہر سال رمضان المبارک کی آمد سے یہ خوشگوار یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ قرآنی وحی کا پہلا لفظ ''اقراء'' ہے۔ ''اقراء'' کا لفظ غار حرا کی پہلی وحی میں دو بار وارد ہوا ہے۔ ''اقراء'' کے معانی میں پڑھنا، پیغام کا پہنچانا، اعلان کرنا، مرتب کرنا، وغیرہ سب کچھ شامل ہے اور اسماء الحسنٰی میں سے ''ربّ'' کا انتخاب بھی معنی خیز ہے۔ اس میں درجہ بدرجہ تکمیل کے مراحل سے گزارنے کی نوید موجود ہے۔ یعنی ایک ایسی ''سالگرہ'' جس کی یاد تا قیامِ قیامت، نئی شان وشوکت کے ساتھ تر وتازہ رہے گی، انشاءاللہ۔

رمضان المبارک میں نزول وحی کے آغاز کے حوالے سے تائیدی آیاتِ قرآنیہ

ہمیں قرآن کریم کی تین آیات میں ایسا ذکر ملتا ہے۔ ان آیات کریمہ کا 3 مختلف سورتوں، القدر، الدخان اور البقرۃ سے تعلق ہے۔ بعض مفسرین القدر کو مدنی سورت شمار کرتے ہیں۔ مگر اکثریت کے نزدیک یہ مکّہ میں بعثت نبوی کے سال میں نازل ہوئی یعنی 610ء میں الدخان کے بارے میں مفسرین کا خیال ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے قبل، قیام مکہ کے درمیانی عرصہ (Middle Meccan Period) میں نازل ہوئی یعنی بعثتِ نبوی کے چھٹے سے دسویں سال کے درمیان۔ واللہ اعلم۔ سورۃ البقرۃ مدنی سورت ہے اور اس کا زیادہ حصہ ہجرت مدینہ کے بعد پہلے اور دوسرے سال میں نازل ہوا۔ یعنی 622ء، 623ء میں۔ اب ہم ان آیات کریمہ کے متن اور پیغام کا مختصر سا تجزیہ کرتے ہیں۔

(i) سورۃ القدر کی آیت: اِنَّـآ اَنۡـزَلۡـنٰـهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ (97:2) (یقیناً ہم نے اسے یعنی قرآن کریم کو قدر کی رات میں اتارا ہے) اس آیت میں یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ نزولِ قرآن کریم کی برکت سے انسانیت کی تقدیر بدل گئی ہے۔ قرآن مجید کے اوّل مخاطبین، اہلِ عرب، قبولِ اسلام سے قبل سنگدل، مُشرک اور وحشی بدّ و لوگ تھے۔ سب سے پہلے قرآن نے ان کی حالت بدلی۔ قرآن پرعمل کر کے وہ تبلیغ قرآن کے جذبے سے سرشار ہونے کے بعد اقوام عالم کے اُستاد بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک وسیع وعریض مملکت کا حکمران بنادیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیلۃ القدر کے حوالے سے یہ لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ نبی کی بعثت بھی لیلۃ القدر ہی کی تجلّی ہوتی ہے اور رسول کا سارا زمانہء رسالت بھی لیلۃ القدر ہی کا تسلسل ہوتا ہے کیونکہ وہ ملائکہ کے خصوصی نزول کا زمانہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ رسالت سے وابستہ ان برکات سے قوموں کی تقدیریں بدل دی جاتی ہیں۔ روایتی لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں (21, 23, 25, 27, 29) میں تلاش کرنے کے اشارات ملتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے سورۃ العلق کی ابتدائی آیات رمضان المبارک کی پچیسویں یا ستائیسویں تاریخ کو نازل ہوئیں۔ اس حوالے سے بھی وہ لیلۃ القدر کی رات بنتی ہے۔

(ii) سورۃ الدُّخان کی آیت، اِنَّـآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ (44:4) یقیناً ہم نے اسے یعنی قرآن کریم کو ایک بڑی مبارک رات میں اُتارا ہے۔ ہم بہرصورت انذار کرنے والے ہیں۔ یہاں بھی لَيۡـلَـةٍ مُّبٰـرَكَةٍ سے لیلۃ القدر ہی مراد ہے یعنی نزولِ قرآن کی ابتدا کی رات مگر سورۃ القدر کی آیت میں قوموں کی تقدیر بدلنے کا بطور بشارت ذکر ہے۔ یہاں ان تقدیروں کو انذار سے وابستہ کیا گیا ہے۔ جو قومیں قرآن عظیم کے احکام کو مان کر، اس کے نُور سے منوّر ہوں گی وہ روحانی اور مادی برکتوں سے مالا مال کردی جائیں گی اور جو قومیں بدقسمتی سے انکار کرتے ہوئے تاریکی کو پسند کریں گی، ان پر انذار کی تقدیر وارد ہوگی۔

(iii) سورۃ البقرۃ کی آیت، شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى والفرقان۔۔۔ (2:186) (رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کردینے والے امور ہیں۔۔۔) سورۃ البقرۃ کی اس آیت میں کسی ایک رات کی بجائے رمضان المبارک کے مہینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ صیام رمضان کی فرضیت کے حکم کے علاوہ قرآن کریم کی عظمت کے بعض پہلوؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہاں قرآن کریم اور ماہِ رمضان یک جان دو قالب کے رُوپ میں نظر آتے ہیں۔ گویا دونوں کے مقاصد کا مصفّٰی آبِ حیات ان دو کناروں کے درمیان موجزن ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل، میں یہاں نزول قرآن کے حوالے سے بعض علماء، مفسرین اور صوفیاء کی ذوقی تشریح کا مختصر سا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر کے الوہی لمحوں میں قرآن مجید ساتویں آسمان کی لوحِ محفوظ سے سماء الدنیا پر نازل کیا گیا۔ جسے ''لوحِ دُنیا'' یا ''لوحِ جہاں'' بھی کہا جاتا ہے اور سماء الدنیا سے آہستہ آہستہ، بوقتِ ضرورت، 23 سال کے عرصے میں حضرت نبی کریم ﷺ کے قلب مطہر پر نازل ہوتا رہا۔

سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات کا نزول اس سلسلے کی پہلی تجلّی تھی!

رمضان المبارک سے نزولِ جبریلؑ کی خاص نسبت

جبریل امین کو فرشتوں کا سردار مانا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی کئی سورتوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ جبریلؑ کے علاوہ بعض اور نام بھی موجود ہیں۔ مثلاً روح القدس (البقرۃ آیات 86 اور

254)۔(المائدہ آیت 111)،(النحل آیت 103)،روح الامین (شعراء آیت 194)،روح (الاسراء آیت 86)،(مجادلہ آیت 23)،رسول (مریم آیت 20)،رسول کریم (سورۃ التکویر آیت 20)

قرآن مجید کی سورتیں اور آیات رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں اور دنوں میں بھی حضور ﷺ پر نازل ہوئیں۔ جبریلؑ کی آمدورفت اور راز و نیاز کا یہ سلسلہ 23 سال پر محیط ہے۔حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جبریلؑ کو دو صورتوں میں دیکھا تھا۔اوّل؛ جس صورت میں جبریل کی تخلیق کی گئی تھی دوم انسانی رُوپ میں۔احادیث میں اکثر حضرت دحیہ کلبیؓ سے مشابہت کے اشارات ملتے ہیں۔دحیہ کلبیؓ حضورؐ کے ایک بہت ہی خوبصورت صحابی تھے جن کا قبیلہ بنی کلب سے تعلق تھا۔صلح حدیبیہ کے بعد؛ حضور نے مختلف حکمرانوں کو تبلیغی خطوط کے ذریعے دعوتِ اسلام دی تھی۔بازنطینی بادشاہ، ہرقل کے نام خط حضرت دحیہ کلبی ہی لے کر گئے تھے۔امیر معاویہؓ کے زمانے میں فوت ہوئے۔ان کا مزار دمشق میں ہے۔ایک مرتبہ جبریلؑ حضرت ام المومنین اُمِ سلمہؓ کی موجودگی میں تشریف لائے۔حضورؐ نے اُمّ سلمہ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟انہوں نے عرض کیا دحیہ کلبی ہیں۔حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے بعد مسجد تشریف لے گئے اور نماز کے بعد جب جبریلؑ کے آنے کا ذکر فرمایا تب حضرت ام سلمہؓ کو علم ہوا کہ وہ جنہیں دحیہ کلبی سمجھتی رہیں، وہ دراصل جبریل علیہ السلام تھے۔ بخاری شریف ہی میں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ، ام المومنین عائشہؓ سے فرمایا۔جبریلؑ آئے ہیں آپ کو سلام کہتے ہیں۔حضرت عائشہؓ کا اس سلام کا جواب درج ذیل الفاظ میں محفوظ ہے:

وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ (بخاری کتاب المناقب'باب فضلِ عائشہؓ)

ایک مرتبہ جبریل انسانی صورت میں صحابہ کرام کی مجلس میں حاضر ہوئے حضور ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔صحابہ کرام اس اجنبی مسافر کی ہیئت سے حیران ہوئے سیاہ بال، صاف سفید لباس مگر گرد و غبار، سفر کے دیگر آثار، تھکن وغیرہ ندارد۔اس اجنبی نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ حضورؐ سے بعض سوالات پوچھے مگر حضورؐ کے جوابات سن کر ہر بار یہی کہتا رہا حضورؐ نے بجا فرمایا۔درست فرمایا۔صحابہ اس طرزِ تخاطب اور اندازِ کلام پر حیران بھی ہوئے کہ گویا سائل کو یہ جواب بھی پہلے سے معلوم ہیں۔اس ''اجنبی'' کے جانے کے بعد؛ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ یہ جبریلؑ تھے جو سوال و جواب کرنے کے آداب سمجھانے آئے تھے۔احادیث ہی سے معلوم ہوتا ہے رمضان المبارک میں جبریلؑ کی آمدورفت میں اضافہ ہوجاتا اور راز و نیاز کی نشستیں نئی وسعتوں سے ہمکنار ہوجاتیں۔رمضان المبارک کے حوالے سے، حضور ﷺ کی خدمت میں؛ جبریلؑ کی بکثرت آمد کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ ماہِ صیام میں حضور ﷺ کا دستِ سخا تیز آندھی کی طرح حرکت میں رہتا۔امام بخاریؒ نے اس کا ذکر، رمضان میں ہر رات جبریل کی تشریف آوری کے حوالے سے کیا ہے۔یعنی جبریل امین ہر رات آتے اور حضورؐ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے۔حضرت ام المومنین عائشہؓ،حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے روایت کرتی ہیں کہ انہیں یعنی حضرت فاطمہؓ کو حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری رمضان کے بارے میں بتایا کہ جبریلؑ ہر رمضان میں قرآن کریم کا صرف ایک دور کرتے رہے ہیں۔اس رمضان میں دو دَور کئے ہیں۔مزید فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے (بخاری شریف مترجم اردو، جلد دوم، کتاب التفسیر صفحہ 1097) اس رمضان میں حضورؐ نے 20 دن کا اعتکاف فرمایا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے اعتکاف کے ذکر سے مجھے مسجد نبوی کا ایک تاریخی ستون، استوانہء سریر یاد آ گیا ہے۔ ابتدائی مسجد نبوی میں کھجور کے آٹھ ستون تھے۔ یہ حصہ اب ''ریاض الجنۃ'' کہلاتا ہے یعنی منبر رسولؐ سے حضور ﷺ کی قیام گاہ تک کا ایریا۔اس حصہ میں بعد میں خوبصورت ستون تعمیر کردیئے گئے۔ ہر ایک کا اپنا نام اور تاریخی خصوصیت اور پس منظر ہے۔ان میں سے 6 ستون اب بھی ریاض الجنۃ میں نظر آتے ہیں۔دو ستون (استوانہء جبریل اور استوانہ ءتہجد' حضرت نبی کریم ﷺ کے مزارِ اقدس کے گنبد کے اندر چلے گئے ہیں)۔استوانہ جبریلؑ کو جیسا کہ نام سے ظاہر ہے جبریل امین کی آمد سے نسبت ہے۔اور استوانہ تہجد وہ جگہ جہاں حضورؐ نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔نظر آنے والے 6 تاریخی ستونوں میں ایک نام ''استوانہ ءسریر'' ہے۔یہ وہ جگہ ہے جہاں اعتکاف کے لئے حضورؐ کا بستر لگایا جاتا تھا۔یہ جگہ مسجد نبوی میں مزار اقدس کی دیوار سے ملحق ہے یعنی حضرت عائشہؓ کے حُجرہ سے ملحق ہے۔حالیہ سفرِ عمرہ میں، ان سب ستونوں کی زیارت کی مگر استوانہ سریر دیکھ کر میرا دلِ بیتاب چودہ صدیوں کا سفر طے کرکے کسی اور عالم میں جا پہنچا!! ذرا حضورؐ کی حیات طیبہ کے زمانے کے اُس روحانی ماحول کو چشم تصور میں لائیے۔ مدینۃ النبیؐ کے در و دیوار ہیں۔رمضان المبارک کے شام و سحر ہیں۔فخرِ موجودات ﷺ صحابہ کرام کے درمیان موجود ہیں۔روح الامینؑ قرآن کریم کے دور کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔اس ماحول میں صحابہ کرامؓ مہبط وحیؐ سے فیضیاب ہورہے ہیں۔لِلّٰہ بتایئے اُس وقت اس سے بڑھ کر مقدس ومحترم ماحول سطحِ ارض پر کہیں میسر آنا ممکن تھا؟

رمضان المبارک کا خصوصی روحانی پروگرام

اسلام میں بعض دیگر مذاہب کی سی مکمل یا جزوی رہبانیت کا وجود نہیں پایا جاتا۔ہمارا دینِ متین توازن اور اعتدال کا بہترین نمونہ ہے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي

الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ دعا تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ اسلام امورِ دُنیا میں اس طرح کے انہماک کا روادار نہیں جس میں انسان آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے اور اپنے خالق و مالک کے عرفان وادراک کے بغیر ہی ایک کیڑے یا ادنیٰ جانور کی طرح زندگی گزار کر نابود ہو جائے۔ اشرف المخلوقات کو اس طرح اسفل السافلین میں ڈھل جانے کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

اسلام اہلِ ایمان کے سامنے، دین و دنیا کی کامیابی اور فلاح و فوز کا ایک تعمیری پروگرام پیش کرتا ہے۔ عبادت الٰہی کو اس پروگرام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پنجگانہ نماز کے علاوہ نوافل، تہجّد اور کئی قسم کی نمازیں ہیں۔ تلاوت قرآن مجید بھی ذکرِ الٰہی اور عبادت کی ایک اور صورت ہے۔ اس کے کئی پہلو ہیں۔ خود تلاوت کرنا، دوسروں سے تلاوت سُننا۔ قرآن پڑھانا۔ درسِ قرآن سے استفادہ کرنا، سماعِ قرآن کے اور مواقع بھی موجود ہیں۔ بعض نمازوں میں قرآن کریم کی جہراً تلاوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھر نماز تراویح میں بھی اس کا موقع ملتا ہے۔ شریعتِ اسلام مالی اور مادی قربانی کو بھی قُربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیتی ہے۔ زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ مالی قربانی اور ایصالِ خیر کے بہت سے مواقع کا ذکر اسلامی لٹریچر میں ملتا ہے۔ غرباء ومساکین کی مدد، نیز یتامیٰ و بیوگان کی دلداری کا پہلو بھی قابلِ ذکر ہے روزہ داروں کے افطار کا بھی اجر وثواب ہے۔ اگر افطار کا ثواب ہے تو روزہ رکھوانے کا بھی ہوگا۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ ذکرِ الٰہی کو اسلامی نظامِ عبادات میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ذکرِ الٰہی کی بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ یہ دینی اور روحانی پروگرام سارا سال جاری رہتا ہے۔ رمضان المبارک اس بابرکت پروگرام کی معراج اور بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں فرض باجماعت نمازوں کے علاوہ تہجد اور نوافل کے مواقع بھی ملتے ہیں۔ نمازِ تراویح ایک زاید برکت کے طور پر موجود ہوتی ہے۔ یہی کیفیت تلاوت قرآن کریم کی ہے۔ رمضان المبارک میں ہر روزہ دار قرآن کریم کا کم از کم ایک دَور تو مکمل کرتا ہے۔ بعض خوش قسمت تو ایک سے زاید دور بھی کرتے ہیں۔ کم وبیش رمضان میں ہر مسجد میں درس قرآن کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اب تو ٹی وی چینلوں پر بھی رمضان میں درس قرآن کے پروگرام رکھے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک کے ساتھ قبولیت دُعا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بلکہ اس حوالے سے ربّ کریم خود اپنے بندوں کو اُبھارتا ہے بلکہ ایک قسم کا چیلنج دیتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں دعائیں کرو۔ میں تمہاری تضرّعات کو قبول کروں گا۔ قرآن مجید میں ''قریب'' کا لفظ 17 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ یہی ایک موقع ہے جہاں قبولیت دُعا کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ۔۔۔(سورۃ البقرۃ آیت 187)۔ قبولیتِ دعا کا ایک وسیع مضمون ہے۔ قبولیتِ دُعا کے گُر، قبولیتِ دُعا کے مقامات، قبولیتِ دُعا کی کیفیت، جن لوگوں کی دعائیں خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں ان کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ ایک حدیث میں دو خاص نام یکجا ہیں۔

(1)۔ امامِ عادل یعنی عدل وانصاف کرنے والا رعایا پرور حکمران، سربراہِ مملکت۔

(2)۔ روزہ دار، حالتِ صوم میں، یعنی جب تک کہ وہ افطار نہ کرلے

اس حدیث سے صائمین اور صائمات کی قبولیتِ دُعا کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ماہِ رمضان کو کئی ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ ''اللہ کا مہینہ''، ''صبر کا مہینہ''، ''مہینوں کا سردار''، ''تمام مہینوں سے افضل مہینہ''، ہمدردی کا مہینہ''، وغیرہ۔ دوسروں کو دعا میں یاد رکھنا اعلیٰ قسم کی ہمدردی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی برکاتِ رمضان کا یہی خلاصہ ان الفاظ میں اخذ فرمایا ہے۔

''رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دُعاؤں کا مہینہ ہے۔''

حضرت اقدس علیہ السلام نے مندرجہ بالا نکتہ معرفت کی آیت (البقرۃ آیت 187) کے تحت اپنی تالیفات، ملفوظات اور تقاریر میں بار بار تشریح فرمائی ہے۔ ان تمام تحریرات اور ارشادات کو حضورؑ کی تفسیر جلد اوّل میں اس حصہء آیت کے تحت یکجا کردیا گیا ہے۔ ان رُوح پرور معارف سے روحانی حظّ سے بہرہ ور ہونے کے لئے جلد اوّل، کے صفحات 648 تا675 ملاحظہ فرمائیے۔ تبرک کے طور پر اس تفسیر سے چند سطریں پیش خدمت ہیں:

''دُعا کی مثال ایک چشمہء شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اُس چشمہ سے اپنے کو سیراب کرسکتا ہے۔ جس طرح مچھلی، بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اُسی طرح مومن کا پانی دُعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جواُسے کسی بدمعاشی میں میسر آسکتا ہے ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قرب الٰہی ہے۔

دُعا ہی کے ذریعے انسان خدا کے نزدیک ہو جاتا اور اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جب مومن کی دعا میں پورا خلوص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا کو بھی اُس پر رحم آ جاتا ہے اور خدا اُس کا متولی ہو جاتا ہے۔"

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ 656)

اس ذیلی عنوان کو ختم کرنے سے قبل میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رمضان کے روحانی پروگرام میں بھی ایک قسم کا تدریجی ارتقاء کارفرما نظر آتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے مشہور خطبہء شعبان میں، رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا نمایاں پہلو رحمت، دوسرے کا مغفرت اور تیسرے عشرے کی خصوصیت 'نارِ جہنّم سے آزادی بیان کی گئی ہے۔ ان تینوں خصوصیات میں بھی درجہ بدرجہ عُلُوِ عظمت اور ارتقاء کی شان نظر آتی ہے۔ پھر عبادات کی تمام اقسام میں بھی رمضان گزرنے کے ساتھ ساتھ وسعت اور ایک نوع کی شدّت آتی جاتی ہے حتّٰی کہ آخری عشرے میں اعتکاف کی شکل میں دنیاوی تعلقات سے انقطاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کا ایک انعام لیلۃ القدر کی تجلّی کی صورت میں عطا کیا جاتا ہے جو دراصل غارِ حرا میں نزولِ قرآن کی تجلّی کے فیضان کے تسلسل ہی کی صورت ہے۔ یہ سب روحانی ارتقاء کی منازل ہیں۔ یہ رمضان کا ایک انتہائی نتیجہ خیز "ریفریشر کورس" ہے جس کے لئے محکمہ جات کی طرف سے "In Service Training" کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

رمضان کی روحانی آگ حرارت اور حدّت معاصی اور عیوب کو زائل کر دیتی ہے۔ تیز آگ جس طرح سونے کو پگھلا کر اس کی میل کچیل اور مخفی کثافتیں دُور کر کے اُسے کُندن بنا دیتی ہے۔ یہی کام رمضان کی گناہ سوز آگ کرتی ہے۔ جو احتساب اور ایمان کے ساتھ احترامِ رمضان کرنے والے افراد کی شخصیت اور سیرت و کردار کو کندن بنا دیتی ہے۔ رمضان کریم میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے پیمانوں میں بھی وسعت آ جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے اسی خطبہء شعبان کے مطابق، رمضان میں نفل کا ثواب دوسرے مہینوں میں فرض کی ادائیگی کے برابر ملتا ہے اور فرض کا اجر و ثواب عام دنوں کے 70 فرض کی ادائیگی کے برابر منتج ہوتا ہے۔

(بقیہ حصہ اگلے شمارے میں)

میرے آقا کی آمد

نعیمہ احمد، آسٹن

مبارک باد کہ آپ آئے
زائین کی سرزمیں پہ قدمِ مبارک
شمع کو دیکھنے پروانے اُمڈے چلے آئے
سنبھالے دھڑکنیں بیٹھے ہیں ہم بھی
دیدارِ آقا کی کب گھڑی آئے
خوشا نصیب اے سرزمینِ امریکہ
تو کچھ یاد کر اک صادق غلامِ مسیحؑ نے
اذانِ اللہ اکبر کے سریلے سُر
اوّل بار تیری فضاؤں میں لہرائے
دینِ اسلام کا پرچم سنبھالے
مسیحؑ کا اک اور جیالہ
اُسی بستی میں دیکھو چلا آئے
مسیحِ زماں کی سچائی کا پرچم
تا قیامت اونچا لہرائے
یہ وعدہ ہے ربّ کا پیارے مسیحؑ سے
کچھ یاد ہے اَے ناداں تجھے اپنا بھی وعدہ
مسیح کے شیر کی طاعت میں رہنا
نہ دکھ نہ کوئی غم تجھ سے وہ پائے
میرے خدا ہمارے چاند کا تُو نگہباں
رکھے تو اس پہ فضل و رحمت کے سائے
فرشتے بھی قطار اندر قطار
قدم قدم حفاظت کو بھیج اے مولا
خوش آمدید میرے آقا ہمارے گھر آپ آئے
مبارک صد مبارک اللہ نے احساں فرمائے

رمضان کی اہمیت، مسائل اور فضائل و برکات

حافظ مظفر احمد، ربوہ پاکستان

روحانی انجینئرنگ کالج سے فیضیاب ہونے والوں سے اہم خطاب

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے دوسری جنگ عظیم کے دوران 25/ اپریل 1943ء کو ارشاد فرمایا:

’’خدا تعالیٰ ان دنیوی عمارتوں کو گرا رہا ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ یکدم سب عمارتوں کو گرائے۔ ان کو آہستہ آہستہ گرا رہا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جن کے سپرد اس عمارت کی نئی تعمیر ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے انجینئرنگ کالج میں اس وقت پڑھ رہے ہیں اور ابھی اپنی تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے۔ پس اگر آج تمام عمارتیں یکدم گر جائیں۔ تو چونکہ وہ لوگ جنہوں نے نئی عمارتیں کھڑی کرنی ہیں ابھی اپنی تعلیم کی تکمیل نہیں کر سکے۔ اس لئے خلا رہ جائے گا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ ان دیواروں اور مکانات کو گرا رہا ہے۔ آج ایک دیوار کو گراتا ہے تو کل دوسری دیوار کو گرا دیتا ہے۔ آج ایک چھت اڑاتا ہے تو کل دوسری چھت کو اڑا دیتا ہے آج ایک کمرہ کو گراتا ہے تو کل دوسرے کمرے کو گرا دیتا ہے۔ اسی طرح وہ آہستہ آہستہ اور قدم بقدم دنیا کی تمام عمارتوں۔ دنیا کے تمام مکانوں اور دنیا کے تمام سامانوں کو گرا رہا مٹا رہا اور تباہ و برباد کر رہا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس وقت تک ان عمارتوں کو مکمل طور پر برباد نہ کرے۔ جب تک خدا تعالیٰ کے کالج میں جو لوگ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ وہ اس کالج سے تعلیم حاصل کر کے فارغ نہ ہو جائیں اور ان پر قبضہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ پس یہ رستہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہماری جماعت کی ترقی کے لئے کھولا گیا ہے۔ یہ تغیر ایک دن ہوگا اور ضرور ہوگا۔ مگر آہستگی سے اس لئے ہو رہا ہے۔ تا کہ وہ لوگ جنہوں نے اس پر قبضہ کرنا ہے پوری طرح تیار ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کے کالج میں تعلیم حاصل کر لیں۔ خدا تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ اس کے مطابق دنیا کے گوشہ گوشہ سے آوازیں اٹھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں سب سے پہلے انقلاب کا لفظ استعمال ہوا اور جب ہم نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ دنیا میں انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو رفتہ رفتہ ہر ملک اور علاقہ سے انقلاب انقلاب کی آوازیں اٹھنی شروع ہو گئیں۔ یورپ بھی آج نیو آرڈر کے لئے بیتاب ہو رہا ہے اور باقی دنیا کے لوگ بھی خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی انقلاب کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ پس یہ آواز جو آج دنیا کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ سے اٹھ رہی ہے۔ یہ بھی بتاتی ہے کہ آئندہ دنیا میں کوئی بہت بڑا انقلاب پیدا ہونے والا ہے اور چونکہ یہ انقلاب اسلام نے ہی پیدا کرنا ہے۔ اس لئے جب تک دوست اسلامی تعلیم کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ اس انقلاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔‘‘

پھر نظام نو کی تعمیر کی جلالی پیشگوئی فرمائی کہ:

’’میں نے پہلے بھی بارہا کہا ہے اور اب پھر بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ دنیا میں مغربیت نے کافی حکومت کر لی۔ اب خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ وہ مغربیت کو کچل کر رکھ دے۔ جو لوگ ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مغربیت کا مقابلہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ پردہ قائم رہتا ہوا نظر نہیں آتا۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ یہ چیزیں ضروری ہیں اور اگر ہم ان امور میں مغربیت کی پیروی کریں تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ یاد رکھیں کہ وہ اپنے ان افعال سے احمدیت کی کامیابی کے راستہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ یہ چیزیں مٹنے والی ہیں۔ مٹ رہی ہیں اور مٹ جائیں گی۔ ابھی تم میں سے کئی لوگ زندہ ہوں گے۔ کہ تم مغربیت کے درو دیوار اور اس کی چھتوں کو گرتا ہوا دیکھو گے اور مغربیت کے ان کھنڈرات پر اسلام کے محلات کی نئی تعمیر مشاہدہ کرو گے۔ یہ کسی انسان کی باتیں نہیں بلکہ زمین و آسمان کے خدا کا فیصلہ ہے اور کوئی نہیں جو اس فیصلہ کو بدل سکے‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1943ء صفحہ 148 تا 151)

خوشا نصیب کہ ایک دفعہ پھر ہماری زندگی میں برکتوں اور رحمتوں والے مہینہ رمضان کی آمد آمد ہے، ہاں! روحانیت کا وہی موسم بہار کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس کی خاطر اپنے مولیٰ کے حضور دعا گو رہتے تھے کہ اے اللہ! ہمارے رجب اور شعبان میں برکت ڈال ہمیں رمضان تک پہنچا یعنی کہیں رمضان سے پہلے بلاوا نہ آ جائے۔ کیا خبر کہ کونسا رمضان مغفرت کا ذریعہ ہو جائے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا’’ کیا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جس نے رمضان پایا اور بخشا نہ گیا‘‘۔

(کنز العمال جلد 7 ص 79)

روزہ کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی سورۃ البقرہ آیات 184، 185 میں روزوں کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ روزہ کے لئے عربی میں ’’صوم‘‘ کا لفظ ہے جس کے معنی امساک یعنی رکنے کے

ہیں۔ دینی اصطلاح میں روزہ سے مراد طلوع فجر یعنی پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے رکنا ہے بشرطیکہ یہ عبادت کی نیت سے ہو۔

دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں لفظ روزہ مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ دینی تاریخ کے مطابق رمضان کے مہینہ میں روزے ہجرت نبویؐ کے دوسرے سال فرض ہوئے۔ اس سے قبل یہودیوں کے روزہ میں سحری نہیں تھی بلکہ آٹھ پہرے روزے کا دستور تھا۔ اسلام میں سحری کھانے کا حکم ہوا جس کا وقت آدھی رات کے بعد سے فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب یعنی یہود کے روزہ میں فرق سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم کتاب الصوم)

دراصل دینی احکام کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ محض اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر خدا کو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ پس سحری کا حکم جہاں سہولت کا ذریعہ ہے وہاں عبادت اور برکت کی خاطر بھی ضروری ہے۔ سحر و افطار کے اوقات طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کی پابندی کے ساتھ سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی پسندیدہ ہے۔ اس میں بھی سہولت مدنظر ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو نسبتاً زیادہ جلدی افطاری کرتے ہیں۔ (ترمذی ابواب الصوم)

رمضان کی برکات حاصل کرنے کے لئے ایک مومن کو طبعاً اس مہینہ کا اشتیاق سے انتظار ہونا چاہئے۔ پہلی رمضان سے چاند نظر آ جانے پر رمضان کے روزے شروع کرنے چاہئیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ ’’رمضان کے چاند کے انتظار میں شعبان کے دن گنا کرو‘‘۔

(ترمذی ابواب الصوم)

روزہ کی فلاسفی

روزہ کی فلاسفی قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرة : 182) یعنی تم جسمانی، اخلاقی اور روحانی ہر قسم کی کمزوریوں اور بیماریوں سے بچو۔ رسول کریمؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ روزہ انسان کو ہر قسم کی برائیوں سے بچانے کے لئے بطور ڈھال کے ہے۔ (ترمذی ابواب الصوم) جو انسان روزہ کی مکمل حفاظت کرتا اور پوری شرائط سے یہ عبادت بجالاتا ہے تو یہی روزہ اس کے روحانی دشمن شیطان کے مقابل پر ایک ڈھال بن جاتا ہے۔ یہ ڈھال روزہ دار کے پاس موجود ہوتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اسے استعمال کرے۔ اس کا طریق حدیث میں یہ بتایا ہے کہ کسی برائی کے خیال، جہالت کی بات یا لڑائی کے وقت روزہ کی ڈھال کو کام میں لاؤ اور ہمت و عزم سے کہو کہ میں اس برائی میں ملوث نہ ہوں گا اور اس لڑائی اور گالی گلوچ سے کنارہ کش رہوں گا کیونکہ میں روزہ دار ہوں۔

(مسلم ابواب الصیام)

اگر اس طور پر انسان یہ ڈھال استعمال کرے تو روزہ اسے نہ صرف دنیا کی ہلاکتوں، جسمانی، اخلاقی اور روحانی حملوں سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ انسان کے لئے ہمیشہ کی مستقل ڈھال بن جاتا ہے۔ کتنی مبارک اور قیمتی ہے یہ ڈھال جو ہر ایک کو نصیب ہو جائے تو معاشرہ کتنا پاک صاف ہو جائے اور اگر یہ ڈھال میسر نہیں تو انسان کو روزے سے بھوکا پیاسا رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (روزہ دار) جھوٹی بات اور غلط کام نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ یہ پرحکمت تحریک فرمایا کرتے تھے کہ ہر رمضان المبارک میں انسان کو کوئی ایک برائی بہرحال چھوڑنے کا عہد کرنا چاہئے۔ بلاشبہ رمضان کے بابرکت مہینہ میں کسی برائی کو چھوڑنا باقی دنوں کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے اور رمضان اس میں بہت ممد ہوتا ہے۔ چاہئے کہ انسان دعا سے اس عہد کو مزید پختہ کرے۔ روزہ کی دوسری حکمت ضرورت مند بھائیوں کی ضرورت کا احساس بیدار کرنا ہے۔ روزہ کی حالت میں خود بھوک برداشت کرنے، روزہ نہ رکھنے کی صورت میں مسکین کو کھانا کھلانے یا فدیہ رمضان ادا کرنے سے ہمدردی اور باہمی محبت کا جذبہ ترقی کرتا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے تمام قسم کی تباہیاں اسی وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ان کی چیزیں انہی کی ہیں دوسروں کا ان میں کوئی حق نہیں۔۔۔ دنیا کے نظام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص376,375)

رمضان کی ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ روزہ جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر چیز کو پاک کرنے کے لئے اس کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی ظاہری و باطنی زکوٰۃ اور پاکیزگی کا ذریعہ روزہ ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الصوم)

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ صُومُوا تَصِحُّوا تم روزے رکھا کرو صحت مند رہو گے۔

(جامع الصغیر للسیوطی)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

روزے کئی قسم کی امراض سے نجات دلانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے۔ (تفسیر کبیر جلد دوم ص 375)

فضائل رمضان

رسول اللہؐ کے زمانے میں رمضان کی آمد تھی ایک شام قبل جب شعبان کی آخری تاریخ تھی،

آپؐ نے اپنے صحابہ کو اس بابرکت مہینہ کے لئے تیار کرنے کی خاطر اس کی عظمت وشان بیان فرمائی، اس کی تفصیل حضرت سلمان فارسیؓ نے یوں روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا:۔ اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت (اور شان) والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ ہاں! ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو (ثواب وفضیلت کے لحاظ سے) ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔ اس مہینہ میں جو شخص کسی نفلی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے اس نفل کا ثواب عام دنوں میں فرض ادا کرنے کے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ ہمدردی وغمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اسے آگ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ اسے روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو یہ ایسا مہینہ ہے جس کا آغاز (نزول) رحمت ہے اور جس کی بہترین (چیز) مغفرت ہے۔ اور جس کا انجام آگ سے آزادی ہے۔ اور جو شخص اس مہینے میں اپنے مزدور یا خادم سے اس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی بخش دیتا اور اسے آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔

(بیھقی فی شعب الایمان حدیث 3608)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور کوئی ایک دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا۔ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کوئی ایک بھی بند نہیں رہتا اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے! آ اور آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے! رک جا اور اللہ کے لئے بہت سے لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔ رمضان کی ہر رات کو ایسا ہوتا ہے۔

(ترمذی ابو اب الصوم)

جنت کے دروازے کھلنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان میں مومنوں کو ایسے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے جو ان کو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ مہینہ عابدوں کے لئے جنت کے دروازے کھولنے کا موجب ہوا۔ اسی طرح جہنم کے دروازوں کے بند ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ مومنوں کو ان کاموں سے اجتناب کرنے کی توفیق ملتی ہے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں کیونکہ روزہ دار بڑے گناہوں سے تو بچتا ہی ہے اور چھوٹے گناہ ویسے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پس اصل چیز رمضان کو اپنے وجود میں داخل کرنے اور اس کے احکام بجالانا ہے۔ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور دوزخ کے دروازے ایسے شخص پر بند ہو جاتے ہیں اور خدا کی رضا کی جنتوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں اور اس کی عبادات کو احسن رنگ میں قبول کیا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک انسان کے گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ (کنوز الحقائق)

یعنی اگر انسان سچے دل اور تقویٰ سے رمضان کی عبادات بجالائے تو رمضان ایسے پاکیزہ اثرات اور نیک عادات پیدا کر جاتا ہے جو گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ ماہ رمضان کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"شَھْرُ رَمَضَانَ ...... سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے"۔ (ملفوظات جلد چھارم ص256)

بیمار اور مسافر کے لئے رخصت

قرآن شریف میں مریض اور مسافر کو بیماری یا سفر میں روزوں کی رخصت دے کر سال کے دوسرے دنوں میں ناغہ شدہ روزے مکمل کرنے کی ہدایت ہے۔ (البقرہ:183) حضرت مسیح موعودؑ نے اس سلسلہ میں کیا خوبصورت راہنمائی فرمائی ہے:" اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی! یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخشے گا"۔

(ملفوظات جلد چھارم ص 228)

بسا اوقات بیماری میں روزہ رکھنے یا اس کے بہانہ سے ناغہ کرنے میں افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ دونوں لحاظ سے اعتدال ضروری ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

روزہ کے بارہ میں شریعت نے نہایت تاکید کی ہے اور جہاں اس کے متعلق حد سے زیادہ تشدد ناجائز ہے وہاں حد سے زیادہ نرمی بھی ناجائز ہے۔ پس نہ تو اتنی سختی کرنی چاہیئے کہ جان تک چلی جائے اور نہ اتنی نرمی کرنی چاہیئے کہ شریعت کے احکام کی ہتک ہو اور ذمہ داری کو بہانوں سے ٹال دیا جائے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کئی لوگ محض کمزوری کے بہانہ کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں روزہ رکھنے سے ضعف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بھی کوئی دلیل نہیں صرف اس ضعف کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز ہے جس میں ڈاکٹر روزہ رکھنے سے منع

کرے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص 386)

سفر میں روزہ کے متعلق احادیث سے پتا چلتا ہے کہ روزے فرض ہونے کے بعد ابتدائی زمانہ میں رسول کریمؐ اور صحابہ سفر میں روزہ رکھ لیتے۔ 8ھ میں فتح مکہ تک یہی صورت تھی۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ سفر فتح مکہ میں کدید مقام تک روزے رکھتے رہے۔ اس کے بعد روزے نہیں رکھے اور صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی آخری سنت کو ہی قابل عمل قرار دیتے تھے۔ (مسلم کتاب الصیام) اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ مضمون مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیکی کی بات نہیں کہ تم سفر میں روزہ رکھو۔ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی اس رخصت سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے جو اس نے تم کو عطا کی ہے۔ پس اس رخصت کو قبول کرو۔ آنحضرتؐ خود مسافر کا روزہ کھلوا دیا کرتے تھے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر سے واپسی پر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھانے کا انتظار کرو۔ میں نے کہا حضور! مجھے روزہ ہے۔ آپؐ نے از راہ محبت فرمایا ادھر میرے قریب آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ مسافر کو اللہ تعالیٰ نے روزہ سے رخصت دی ہے اور آدھی نماز بھی اسے معاف کی ہے۔ (نسائی کتاب الصوم) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص کے پاس سواری ہو جو اسے ایسے ٹھکانے پر پہنچا دے جہاں وہ سیر ہو کر کھانا کھا سکے تو وہ جہاں اور جس حالت میں بھی رمضان کا مہینہ پائے اس کے روزے رکھے۔

(ابو داؤد کتاب الصوم)

آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء سلسلہ کی روشنی میں مجلس افتاء کی حسب ذیل سفارش حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے منظور فرمائی:۔

(1) حضرت مسیح موعودؑ نے بیماری اور سفر میں روزہ رکھنے کو حکم عدولی قرار دیا ہے۔ حضور کا یہ فیصلہ حکم قرآنی پر مبنی ہے اور احادیث نبویہ کے مجموعی مفہوم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سفر کی حالت میں رمضان میں روزہ رکھنے والوں کو نافرمان قرار دیا ہے۔ جن احادیث سے رخصت معلوم ہوتی ہے ان سے پہلے کی ہیں۔ (2) حضرت مسیح موعودؑ نے باہر سے آنے والے احمدیوں کے لئے قادیان کو وطن ثانی قرار دیا ہے اس لئے وہ وہاں قیام کے دوران میں روزہ رکھ سکتے ہیں اور اگر نہ رکھیں تب بھی جائز ہے۔ (3) وطن ثانی کی طرف سفر بھی سفر ہی ہے اس لئے روزہ رکھنا جائز نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا تعامل اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے افطاری کے وقت سے پہلے قادیان آنے والے روزہ داروں کا روزہ کھلوا دیا تھا۔ (4) نفلی روزہ سفر کی حالت میں جائز ہے۔ (5) وہ تمام لوگ جن کی ڈیوٹی ہی سفر سے متعلق ہو۔ جیسے ریلوے گارڈ۔ ڈرائیور۔ پائلٹ۔ سفری ایجنٹ۔ دیہاتی ہرکارے وغیرہ مقیم کے حکم میں ہوں گے اور رمضان کے روزے رکھیں گے۔ مزید برآں سفر میں روزہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ان میں حسب ذیل طریق اختیار کیا جا سکتا ہے:۔

(1) سحری کے بعد گھر سے سفر شروع ہو اور افطاری سے پہلے ختم ہونے کا ظن غالب ہو تو وہ روزہ رکھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں اور روزہ میں ایسا معمولی سفر کیا جا سکے تو حرج نہیں۔ (2) اگر سفر جاری ہے پیدل یا سواری پر روزہ نہ رکھے۔ (3) سفر میں دن بھر کسی جگہ قیام ہے تو روزہ رکھا جا سکتا ہے یعنی رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے۔ (4) کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو وہاں سحری کا انتظام کیا جائے اور روزہ رکھا جائے۔

(الفضل 14/ جنوری 1966)

نقض صوم کا کفارہ اور فوت شدہ روزوں کی قضا

ایک عاقل و بالغ شخص جس پر روزہ فرض ہے کسی حقیقی عذر کے بغیر جان بوجھ کر فرض روزہ توڑتا ہے تو احترام روزہ کی مناسبت سے اس کا کوئی کفارہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ایسے شخص کے لئے یہ کفارہ مقرر ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر صحت روزے رکھنے کی بھی اجازت نہ دیتی ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ فرض روزہ توڑنے کا یہ کفارہ ایسی صورت میں ہے جب انسان بغیر کسی عذر اور مجبوری کے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے۔ لیکن اگر کسی حقیقی عذر سے روزہ کھولنا پڑا تو اس روزہ کی قضاء ضروری ہے اس کے بدلے ایک روزہ رکھ لیا جائے۔ کفارہ ضروری نہیں۔ جو مسافر یا مریض رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے تو سال کے دوران اگلے رمضان تک کسی وقت بھی روزے پورے کرنے مناسب ہیں کیونکہ زندگی کا اعتبار نہیں اور نامعلوم آئندہ رمضان میں اور روزوں کا قرض سر چڑھ جائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے رمضان کے جو روزے بوجہ عذر رہ گئے ہوئے تھے میں شعبان میں ادا کر لیا کرتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان ایام میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ قضا کے روزے مسلسل رکھے جائیں بلکہ جیسے توفیق ملے وقفہ وقفہ سے بھی یہ روزے رکھے جا سکتے ہیں۔

(بخاری کتاب الصوم)

برکات رمضان

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روزہ اور اس کے اجر و ثواب کا تعلق بھی میری ذات سے ہے اور اس کا اجر بے حد و حساب ہے جو میں ہی جانتا ہوں اس لئے میں خود یعنی بغیر کسی واسطہ کے اس کی جزا اپنے بندہ کو دوں گا۔ (بخاری کتاب الصوم) ایک حدیث میں ہے کہ بغیر کسی ریاء کے روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کی جزا بن جاتا ہوں۔

(جامع الصغیر للسیوطی)

روزہ کی برکات بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ریان'' کہتے ہیں (جس کے معنی ہیں بہت سیراب کرنے والا) اس میں سے روزہ دار قیامت کے دن جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس دن اعلان ہوگا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ تب روزہ دار کھڑے ہوں گے اور اس دروازے سے ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ پھر جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ

دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ (بخاری کتاب الصوم)
اہل جنت کے باب ریّان سے داخلہ ان کی روحانی سیری سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یعنی روزہ کی عبادات کے نتیجہ میں روحانی انوار و برکات کا کثرت سے نزول ان پر ہوگا۔
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ رمضان کے مہینہ میں عام معمول سے بھی زیادہ سب سے بڑھ کر سخاوت فرماتے تھے اور جبریلؑ رمضان میں ہر رات آپؐ سے آکر ملاقات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی۔ نبی اکرمؐ جبریلؑ کو قرآن سناتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ جبریلؑ تمام قرآن کریم کا آپ کے ساتھ مل کر دور کیا کرتے تھے۔ (یعنی ایک دوسرے کو قرآن سناتے تھے) ان دنوں رسول کریمؐ بارش لانے والی ہوا سے بھی اپنی نیکیوں اور جودوکرم میں بڑھ جاتے تھے۔ (بخاری کتاب الصوم)

رمضان اور دعا

احکام رمضان کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قریب ہونے اور ان کی دعائیں قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس پر کامل ایمان لا کر احکام ربانی پر لبیک کہیں۔ تہجد تو دعاؤں کی قبولیت کا سب سے بہتر وقت ہوتا ہے۔ پھر نمازوں اور نوافل کے علاوہ روزہ کے افطار کا وقت بھی قبولیت کا ہوتا ہے۔ پس روزہ کی افطاری کے وقت بہت بابرکت گھڑی ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے افطاری کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اس وقت ہوتی ہے جب روزہ کی وجہ سے خدا سے اس کا لقاء ہوگا۔
(بخاری کتاب الصوم)
اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو (آگ سے) آزاد اور بری فرماتا ہے اور یہ (عمل) روزانہ شام کو ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم)
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جو رد نہیں کی جاتی۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم)
اس لئے افطاری کے وقت کے بابرکت لمحات کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے بلکہ قبولیت دعا کے اس وقت میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ کیا اچھا ہو کہ انسان روزہ افطار ہونے سے چند منٹ قبل وضو کر کے تخلیہ میں بیٹھ کر اپنے خدا سے اپنی مرادیں مانگے۔ رسول کریم ﷺ سے افطار کے وقت میں ایک یہ عمدہ دعا پڑھنی بھی ثابت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوبِی (مستدرک حاکم کتاب الصوم)
کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر جو ہر شے پر حاوی ہے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے میرے گناہ بخش دے۔
حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔
’’اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے اوقات بھی ہیں۔ لیکن وہ ظاہری سامانوں کی حد بندیوں کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلوب کی خاص حالتوں اور کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں وہی انسان محسوس کر سکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قریبٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا‘‘۔ (تفسیر کبیر جلد 2 ص409,408)

رمضان اور تہجد

حضرت عائشہؓ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آنحضرتؐ رمضان المبارک میں رات کو کیسے عبادت فرماتے تھے۔ فرمایا آنحضرتؐ رمضان اور رمضان کے علاوہ ایام میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے آپ چار رکعتیں پڑھتے۔ مگر ان رکعتوں کے حسن اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھ۔ یعنی میرے پاس الفاظ نہیں کہ آنحضرتؐ کی اس لمبی نماز کی خوبصورتی بیان کروں۔ پھر ایسی ہی لمبی اور خوبصورت چار رکعت اور ادا فرماتے تھے اور پھر تین وتر آخر میں پڑھتے تھے۔ یعنی کل گیارہ رکعات۔ (بخاری کتاب التهجد)
رسول کریمؐ نوافل میں خصوصیت سے قرآن شریف کی تلاوت اور دعاؤں پر زور دیتے تھے۔ آپ نے رمضان میں تین دفعہ باجماعت نوافل ادا کئے پھر چوتھے دن اس لئے تشریف نہیں لائے کہ یہ عبادت امت پر فرض کی طرح نہ ہو جائے۔ (بخاری کتاب الصوم)
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے رمضان کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔
میرے خیال میں ماہ رمضان میں ایک تو روزوں کا حکم ہے۔ دوسرے حسب طاقت دوسرے کو کھانا کھلانے کا۔ تیسرے تدارس قرآن کا۔ چوتھے قیام رمضان کا یعنی نماز میں معمول سے زیادہ کوشش کرنا۔ صحابہ میں تین طریقے قیام رمضان کے رائج تھے۔ بعض تو بیس رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے۔ بعض آٹھ رکعتیں اور بعض صرف تہجد گھر میں پڑھ لیتے۔
اس پر نووارد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے تو نماز تراویح کا پڑھنا تین چار دن سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے بعض لوگ اسے بدعت عمریؓ کہتے ہیں حضرت حکیم الامت نے فرمایا: ’’خواہ آنحضرتؐ نے صرف ایک دن ہی نماز تراویح پڑھی ہو اول سنت تو ہوگئی۔ دوم نہ کرنے سے سنت تو نہیں ٹوٹتی۔ (مجموعه فتاویٰ احمدیه ص 176حاشیه)

آخری عشرہ، اعتکاف اور لیلۃ القدر

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے کنارہ کشی کر لیتا ہے اور مسجد میں بیٹھا رہنے کی وجہ سے اپنی جن نیکیوں سے وہ محروم رہتا ہے ان کا اجر بھی اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔ (ابن ماجه کتاب الصوم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے اور اپنی رات کو (عبادت میں شب بیداری سے) زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ (بخاری کتاب الاعتکاف)

آپؐ فجر کی نماز کے بعد (بیسویں رمضان کو) اپنے خیمہ اعتکاف میں تشریف لے جاتے۔ (ابو داؤد کتاب الصوم)

حضرت عائشہؓ کی ہی ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادات میں جتنی کوشش ومحنت اور مجاہدہ فرماتے تھے وہ جدو جہد اس کے علاوہ ایام میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم)

اسی طرح آپؓ فرماتی تھیں کہ معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ نہ وہ مریض کی عیادت کرنے جائے، نہ جنازہ میں جا کر شریک ہو نہ بیوی سے تعلقات قائم کرے اور نہ ہی سوائے مجبوری کے کسی اور کام سے باہر نکلے اور اعتکاف روزہ کے ساتھ جامع مسجد میں ہونا چاہئے۔

(ابو داؤد کتا ب الصوم)

نیز آپؓ فرماتی تھیں کہ رسول کریم ﷺ سوائے حاجت ضروریہ کے اعتکاف کے ایام میں گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (بخاری کتاب الاعتکاف)

آخری عشرہ میں آنحضرتؐ اعتکاف بھی فرماتے تھے اور لیلۃ القدر کی تلاش میں راتیں بھی زندہ کرتے تھے۔ رمضان المبارک کے اس آخری عشرہ کی ایک اور برکت آنحضرتؐ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ رمضان کی آخری رات میں میری امت کی مغفرت ہوتی ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا اے خدا کے رسولؐ! کیا رمضان کی آخری رات لیلۃ القدر ہوتی ہے فرمایا نہیں بلکہ عمل کرنے والا جب عمل سے فارغ ہوتا ہے تو اس وقت اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے (اور یہ مغفرت اس کا اجر ہے)۔ (مسند احمد جلد 2 ص 292) نیز فرمایا: ''جس شخص کو لیلۃ القدر میں کامل ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرنے کی توفیق ملے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں''۔ (بخاری کتاب الصوم)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کونسی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ دعا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ......(ترمذی و ابن ماجہ کتاب الصوم)

کہ اے اللہ یقیناً تو تو بہت معاف کرنے والا باعزت ہے تو عفو کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر۔ رمضان کے مجاہدہ اور اس بابرکت رات سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے۔ ایک رمضان کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ جو شخص اس رات سے فائدہ نہ اٹھا سکا وہ تمام خیر سے محروم ہوا اور اس کی خیر و برکت سے سوائے محروم انسان کے کوئی خالی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں برکات رمضان سے کماحقہٗ فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

معتکفین کے نام

عطاء المجیب راشد

خوشا نصیب کہ تم اس جہاں میں آ بیٹھے
ملیکِ کُل کے مکاں کو مکاں بنا بیٹھے

پڑے گی کیسے نہ تم پہ نگاہِ بندہ نواز
کہ اُس کے گھر میں ہی تم آشیاں بنا بیٹھے

ہوئے ہو اُس کی محبت میں اتنے سرگرداں
کہ حُبِّ دنیا کی تم ہر ادا بھلا بیٹھے

تمام دنیا کو تم رکھ کے آج ایک طرف
درِ کریم پہ کس عاجزی سے آ بیٹھے

کنارہ کر لیا دنیا کی شان و شوکت سے
زمینِ بیت پہ یوں بوریا بچھا بیٹھے

ادائے حُسنِ طلب عشق کی کوئی دیکھے
کہ دھونی تم درِمولیٰ پہ ہو رما بیٹھے

جہاں سے لوٹا نہ کوئی کبھی بھی خالی ہاتھ
تم اُس کریم کی دہلیز پر ہی جا بیٹھے

نصیب جاگیں گے لاریب آج اُن سب کے
دنوں کے ساتھ جو راتوں کو بھی جگا بیٹھے

مری دعا ہے کہ مقبول ہو خدا کے حضور
ہر ایک اشک جو پلکوں پہ تم سجا بیٹھے

چلیں جو تیر تمہاری کڑی کمانوں سے
ہر ایک تیر نشانہ پہ بے خطا بیٹھے

کچھ اس طرح سے عطائے مجیب حاصل ہو
مقامِ ''کُــن'' پہ ہی جا کر ہر اِک دُعا بیٹھے

وہی ہے عیدمری وہی لیلۃ القدر

منیر احمد کاہلوں، میامی فلوریڈا

اٹھتے ہیں ہاتھ میرے بارہا اس دعا کے ساتھ
آمد ہو اُن کی میرے ہاں نئی ادا کے ساتھ

یاربّ تُو سب کچھ اُن کے جھولی میں ڈال دے
آرہے ہیں وہ یہاں جس مدعا کے ساتھ

کون ہے جو روک لے فضلِ خدا کا ہاتھ
جب مہرباں ملے ہمیں نئی عطا کے ساتھ

ایسی نظیر کہاں ہے دکھائی ذرا تو دے
جھکتا ہے احمدی تیرے حضور جس وفا کے ساتھ

گرتے پڑتے سب تیری رحمت سمیٹ لوں
پہنچوں تیری جناب میں کس انتہا کے ساتھ

وہی ہے عید میری وہی لیلۃ القدر
جب صورت ہو جلوہ گر تیری اس گدا کے ساتھ

نظم

خانم رفیعہ مجید، شکاگو ویسٹ

جو سمجھے ہم رموز غم تو گھبرایا نہیں کرتے
متاعِ اشک اب آنکھوں سے برسایا نہیں کرتے

نہیں بازیچہء اطفال سفرِ زیست کی راہیں
کھلونوں سے دلِ ناداں کو بہلایا نہیں کرتے

طلاطم میں جو بحرِ آگہی کے کُود جاتے ہیں
مرادوں کے جواہر بن لئے آیا نہیں کرتے

مرے ویرانہء دل میں بپا جشنِ مسرّت ہے
ہم اب آنکھوں سے آبِ ناب برسایا نہیں کرتے

اگرچہ جسم پابندِ سلاسل کر دیا جائے
مگر جذبات قیدوبند میں آیا نہیں کرتے

مئے عشقِ محمد مصطفیٰؐ کی بے خودی میں ہیں
سرور و کیف سے باہر کبھی جایا نہیں کرتے

ملا اک دلربا محبوب جب چاہیں وہ ملتا ہے
ہم اپنے درمیاں اب غیر کو لایا نہیں کرتے

رمضان المبارک، رُوحانیت کا موسم بہار

رانا عبدالرزاق خان، لندن

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(الف) اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اسی وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے لئے پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو'

(کشتی نوح)

(ب)'' شھر رمضان الّذی انزل فیه القران سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے۔ اور تجلی قلب سے مُراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنزل فیه القران میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجرِ عظیم ہے''

(ملفوظات جلد 4 ص 256)

روزہ ایک روحانی عبادت ہے جس سے روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے اخلاق میں بہتری، اس کے خیالات میں جلاء، اور اس کی قلبی کیفیات میں نور پیدا ہوتا ہے۔ روزہ روحانی ورزش کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ قرآن مجید کا نزول اسی مبارک مہینہ میں ہوا تھا۔ اور اس کی بکثرت اور خصوصی تلاوت اس ماہ میں ہوتی ہے۔ اس کی برکات سے اہل ایمان بہرہ ور ہوتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ روحانی رنگ میں موسم بہار کا حکم رکھتا ہے، ایمان کے شگوفے کھلتے ہیں۔ پھول اور پھل لگتے ہیں۔ دلوں میں سرسبزی وشادابی پیدا ہوتی ہے۔ مبارک وہ جو اس مبارک مہینہ کی برکات سے پورے طور پر فائدہ حاصل کریں۔

کشت ایمان کی آبیاری جن قربانیوں سے ہوتی ہے۔ قصر دین جن بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ خزانہ روحانیت کی حفاظت جن مضبوط پہریداروں سے ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک زبردست بنیاد اور محکم ذریعہ روزہ ہے۔ بعض روحانی امراض کا علاج صرف روزہ ہے۔ انجیل میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ مسیحؑ کے شاگرد ایک جن (روحانی بیماری) کو دور نہ کر سکے مسیحؑ نے اسے دور کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کام ہم کیوں نہ کر سکے؟ اس پر حضرت مسیحؑ نے فرمایا ''**اما ھذا الجنس فلا یخرج الا بصلوٰۃ والصوم**'' کہ یہ قسم بیماری نماز اور روزہ کے بغیر دُور نہیں کی جاسکتی۔ (عربی انجیل متی باب 17 آیت 21) روزہ ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ انسان محتاج اور فانی ہونے کے باوجود اپنے رب کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کا محتاج ہے۔ لیکن اپنے آقا کے حکم پر ایک مہینہ بھر کے لئے وہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے۔ ازدواجی تعلقات سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ ایک موثر مجاہدہ ہے اس سے انسان کی روح صیقل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بدن میں روحانی کرنیں حلول کرتی ہیں۔ درحقیقت تمثیلی زبان میں انسان عاشقانہ انداز میں اعلان کرتا ہے کہ اپنے محبوب آقا کی رضا کے لئے مجھے اپنی جان قربان کرنی بھی منظور ہے۔ اور اپنی نسل کو اس راہ میں قربان کرنا بھی گوارا ہے یہ خاموش اعلان اگر دل کی گہرائیوں سے ہو تو کتنا اثر انگیز اور کس قدر روح پرور ہے۔ سچ مچ اس سے کشت ایمان لہلہانے لگتی ہے۔ نخل روحانیت بار بر ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے آپ کو خدا کی گود میں پاتا ہے۔

از روئے قرآن

قرآن مجید نے رمضان المبارک کے روزے فرض فرما کر مومنوں پر احسان فرمایا ہے۔ اس نے ان کی خفیہ قوتوں کو بیدار کر دیا ہے۔ اور انہیں عام حیوانی سطح سے اٹھا کر فضائے نور وروحانیت میں پہنچا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کا تعلق رمضان مبارک سے ہے۔ اور لیلۃ القدر وہ رات ہے جب قلب مومن خدا کا عرش بن رہا ہوتا ہے اور فرشتے اور جبرائیل اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اور وہ انسان خدا سے شرف ہم کلامی حاصل کرتا ہے ایسی گھڑی کا میسر آنا یقیناً زندگی بھر سے بہتر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

" لیـلـۃالقدر خیر من الف شهر تنز ل ا لملٰئِکۃ والروح فیھا با ذن ربھم من کل امر "اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔اور ہر رمضان المبارک اس کی زندگی کا موسم بہار ہے۔خوش قسمت ہیں وہ جو موسم بہار کے پھلوں اور پھولوں سے اپنے دامنوں کو بھر لیں اور سفر آخرت کے لئے بہتر زادراہ حاصل کرلیں۔رمضان المبارک چمن روحانیت کے لئے موسم بہار ہے۔اس سے دلوں میں نور اور بیّنات وعزائم میں تازگی پیدا ہوتی ہے،مومن کی رگ رگ میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔مرجھائے ہوئے پودے ہرے ہو جاتے ہیں۔اور ٹنڈ منڈ درختوں میں پتے،شگوفے،پھول اور پھل نظر آتے ہیں۔خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔(سورۃ البقرہ آیت نمبر 184۔186) ترجمہ۔اے مومنو!تمہارے متقی بننے کے لئے ہم نے تم پر اسی طرح چند مقررہ ایام کے روزے فرض کئے ہیں۔جس طرح پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ہاں تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں بیماری اور سفر کے دوران چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد پوری کرے۔جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ ہو۔(دائم المریض وغیرہ) وہ ایک مریض کا کھانا بطور فدیہ دے دیں۔جو شخص نیکی کو شوق سے اور بڑھ چڑھ کر کرے گا۔تو یہ اس کے لئے بہت بہتر ہوگا۔اگر تم سمجھو کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے مفید اور بابرکت ہے۔رمضان المبارک کے مہینے میں اس قرآن مجید کا نزول ہوا۔جو تمام جہانوں کے لئے احکام ہدایت پر مشتمل ہے۔اس میں ہدایت کے بیّنات بھی ہیں۔اور فیصلہ کن محکم دلائل بھی ہیں۔پس جو شخص اس مہینہ میں حاضر ہو،بیمار اور مسافر نہ ہو اُس پر اس کے روزے رکھنا فرض ہے۔ہاں تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے ایام میں تعداد پوری کرے۔اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے۔تنگی نہیں چاہتا۔تاتم مقررہ تعداد پوری کر سکو اور اس ہدایت پر جو تمہیں اللہ نے دی ہے اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔تاتم اس کے شکر گزار بندے قرار پاؤ"۔

از روئے حدیث

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن سرورکونین محمد ﷺ نے خطبہ میں فرمایا:"کل سے تم پر ایک عظیم القدر مہینہ چڑھ رہا ہے۔یہ بہت برکت والا مہینہ ہے۔اس مہینہ میں ایک ایسی رات آتی ہے۔جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اِس ماہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔اس کی راتوں میں تہجد کے لئے اٹھنا بہت بڑی طوعی نیکی ہے۔اس ماہ میں جو کوئی نفلی کام کرتا ہے۔اسے اتنا ثواب ملتا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں فرائض کے ادا کرنے سے ملتا ہے۔اور فرض کا ثواب تو اس ماہ میں ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔یہ صبر کا مہینہ ہے۔اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔پھر یہ باہمی ہمدردی کا بھی مہینہ ہے۔اس ماہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔جو شخص اس مہینہ میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کراتا ہے اسے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے۔اور اس کی گردن آگ سے آزاد کی جاتی ہے۔اور روزہ دار کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کے بغیر روزہ افطار کرانے والے کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے"(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ 173 کتاب الصوم) اس خطبہ نبوی میں رمضان المبارک کی بہت سی برکات کا ذکر موجود ہے۔اور نبی ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جن پر روزہ فرض ہے۔روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔رمضان المبارک دعاؤں کی خصوصی قبولیت کا مہینہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے ذکر میں ہی فرمایا ہے۔اُجِیبُ دعـوۃ الداعِ اِذادعـانِ۔کہ میں دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو خاص طور پر سنتا ہوں۔لیلۃ القدر رمضان المبارک کا خاص موقع ہے۔جبکہ انوار و برکات سماویہ کا خاص نزول ہوتا ہے اور دلوں پر رحمتوں کی غیر معمولی بارش ہوتی ہے۔رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی عبادت بھی ایک خاص عبادت ہے۔جبکہ مومن دس دن کے لئے خدا کے گھر میں دھونی رما کر بیٹھ جاتے ہیں اور روز و شب مسجد میں ہی عبادت اور ذکر میں بسر کرتے ہیں۔روزہ اپنی ذات میں ہی ایک پُر کیف روحانی عبادت ہے۔اس پر رمضان المبارک کے روزوں کی غیر معمولی برکات تو نورعلیٰ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ہمیں چاہیئے کہ ان برکات سے حصہ کامل حاصل کریں۔

روزہ کے 20 بیس فوائد ☆1۔تقویٰ جیسی نعمت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔☆2۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔☆3۔امراض روحانی دور ہوتی ہیں۔جیسے گرسنگی سے جسمانی امراض دور ہوتے ہیں۔☆4۔مشقت برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے۔☆5۔عفت و پاک دامنی حاصل ہوتی ہے۔☆6۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔☆7۔تہجد ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔☆8۔نوافل پڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔☆9۔علوم قرآنی کا انکشاف ہوتا ہے۔☆10۔ترک اکل وشرب سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔☆11۔عقل انسانی کو نفس امارہ پر تسلط وغلبہ تامہ ہوتا ہے۔☆12۔قوت ارادی بڑھتی ہے۔☆13۔تہجد و نوافل پر مداومت حاصل ہوتی ہے☆14۔صبح سویرے اٹھنے سے طبیعت میں بشاشت پیدا ہوتی ہے۔☆15۔کھانا کھانے کے اوقات میں باقاعدگی سے صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔☆16۔غرباء کی تکلیف کا احساس پیدا ہو کر ان سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔☆17۔ترک لغویات کی توفیق ملتی ہے۔☆18۔قبولیت دعا کے نظاروں سے زندہ ایمان حاصل ہوتا ہے۔☆19۔تعمیل ارشاد الٰہی سے سرور وانبساط پیدا ہوتا ہے۔☆20۔جنت کا قرب اور اس میں نمایاں اور خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔

رمضان المُبارک کی اہمیت اور برکات

زاہدہ خانم، شکاگو

قرآنِ کریم میں روزہ کے احکام اوراہمیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ۔

''اے لوگو جوایمان لائے ہوتم پر روزے رکھنا اِسی طرح فرض کیا گیا جس طرح کہ اُن لوگوں پرفرض کیا گیا تھا جوتم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ چند گنتی کے ایّام ہیں تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہوتو اُسے اور دِنوں میں روزوں کی گنتی مکمل کرنی ہوگی اور جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ رمضان واجب ہوگا اگر تم علم رکھتے ہوتو تمھارا روزے رکھنا ہی تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے۔ اور جو بھی اس بابرکت مہینے کو دیکھے تو چاہیئے کہ وہ اس ماہ کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا مُسافر ہو اور دِنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا بلکہ تم تعداد کو پُورا کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو کہ اُس نے تم کو ہدایت دی۔ کھاؤ پیؤ یہاں تک کے صُبح کی سفیدی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ اِس کے بعد روزوں کی تکمیل کرو اللہ تعالیٰ اِسی طرح لوگوں کے لئے اپنے نشانات بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں''(سورۃ البقرہ آیت 184 تا186)

مندرجہ بالا احکام قرآنیہ سے روزہ کی اہمیت اور فرضیت کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔ بے شک اسلام سے قبل بھی یہودیوں عیسائیوں ہندوؤں اور قدیم مذاہب میں روزہ رکھنے کا ذکر ملتا ہے لیکن جن قواعد وضوابط اور تفصیلی احکام کے ساتھ اسلام میں روزہ کا ذکر ملتا ہے وہ ہرگز کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔ دِین حق میں روزہ کی مکمل تمام روحانی اور جسمانی تفصیل فوائد و برکات کے ساتھ جس رنگ میں بیان کی گئی ہے وہ کسی بھی اور مذہب میں ہرگز نہیں ملتی۔

رمضان المبارک سال کا سب سے بابرکت اور رُوحانی زندگی سے بھر پُور مہینہ ہے۔ یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس سے تمام عبادات مل کر ایک خوبصورت رُوحانی ماحول پیدا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ جس نے اپنے مومن بندوں کو روحانیت زندہ کرنے کا یہ بابرکت مہینہ عطا فرمایا۔ اِس ماہ کا ایک ایک دن کئی مہینوں پر اور ایک ایک رات کئی ہزار راتوں پر بھاری ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہونے کا مہینہ ہے جس میں خدا تعالیٰ خود عرش سے چل کر زمین پر آ گیا ہو۔ اگر اِس بابرکت مہینہ میں مکمل روحانی زندگی حاصل ہو جائے تو گویا سارا سال رُوحانی کیف وسُرور سے گزرتا ہے۔ رمضان کے ایّام قسمتوں کو سنوارنے والے اور اس کی راتیں دین ودنیا کے اعلیٰ مقدر بنانے والی ہیں۔ خدا کرے کہ ہم سب اس امن وسلامتی اور رُوحانی بہاروں والے بابرکت مہینہ کا مکمل خوشی عزم وہمت اور مسّرت سے استقبال کریں۔

رمضان المُبارک اوراحادیثِ نبوی ﷺ

1: حضرت ابُو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں(صحیح بخاری)

2: ایک اور حدیث نبوی ﷺ ہے کہ اگر رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سمجھ لو کہ سارا سال ہی سلامت ہے۔

3: حدیث نبوی ﷺ ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس ایک ایسا دستر خوان ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہی کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا اس

دسترخوان پر صرف روزہ دار ہی بیٹھیں گے۔

تزکیۂ نفس کم کھانے سے ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''روزہ صرف اتنا ہی نہیں کہ اِس میں اِنسان بُھوکا پیاسا رہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور خاص اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت ہے جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر اُس کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بھی بڑھتی ہیں'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اِس کی پُر مصارف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''پس رمضان میں کھانے کی زیادتی رمضان کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ کھانے میں کمی اِس کا حق ادا کرتی ہے۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شروع میں بھوک کم لگتی ہے اس لئے لوگ رمضان میں لوگ نسبتاً کم کھاتے ہیں لیکن جُوں جُوں رمضان آگے بڑھتا جاتا ہے وہ زیادہ کھانے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخری دِنوں میں تو رمضان ان کو پتلا کرنے کی بجائے موٹا کر جاتا ہے۔ یہ جسمانی فربہی دراصل نفس کی فربہی ہوسکتی ہے مگر ایسے لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ تزکیہ نفس تو کم کھانے سے ہوتا ہے پس جتنا آپ کم کھانے کی طرف توجہ کریں گے اتنا ہی رمضان آپ کے لئے فائدہ بخش ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مزید فرماتے ہیں ''پس خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دُوسری کو بڑھاؤ روزہ دار کو صرف یہ نہیں چاہیئے کہ صرف بھُوکا پیاسا رہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور اِنقطاع حاصل ہو پس روزہ کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ انسان ایک روٹی چھوڑ کر جو صرف جسمانی پرورش ہی کرتا ہے دُوسری روٹی بھی حاصل کرے۔ جو رُوح کی سیری اور تسلی کا باعث ہے جو لوگ محض لِلہٰ روزے رکھتے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد، تسبیح اور تہلیل میں مصروف رہیں تاکہ دُوسری رُوحانی غذا بھی اس کو مل جائے'' (ماہنامہ خالد دسمبر 1998 ص 4)

نماز اور روزہ میں فرق

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ''روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں مگر روزہ کا زور جسم پر اور نماز کا رُوح پر ہوتا ہے۔نماز سے ایک سُوز و گداز پیدا ہوتا ہے اِس لئے وہ افضل ہے روزہ سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کشوف تو ہوتے ہیں مگر ایک نفس کا دھوکا بھی شامل ہے جوگی بھی جو ریاضتیں کرتے ہیں اور کشوف بھی دیکھتے ہیں لیکن اِن کشوف کا بنی نوع اِنسان کی بھلائی اور نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اِن جوگیوں نے دُنیا میں کبھی پاکیزگی نہیں پھیلائی۔

پس حضرت مسیح موعودؑ متوجہ کررہے ہیں کہ روزے کے کشُوف میں بعض دفعہ جوگیوں والی کیفیت بھی پیدا ہوجاتی ہے لیکن رُوحانی گزارش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے وہ اس میں ہرگز شامل نہیں۔ (روزنامہ الفضل 4 جنوری 1999)۔

نماز اور روزہ کا تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نماز اور روزہ کے تعلق میں فرماتے ہیں ''روزہ سب سے افضل ہے روزہ کی جزاء اللہ تعالیٰ خود ہے لیکن روزہ بمقابل نماز نہیں ہے بلکہ روزہ کا مقصد نماز ہے۔اور نمازوں کی حالت کو دُرست رکھنا ہے پس توجہ سے سنیں اگر روزہ رکھنے سے آپ کی نمازیں نہ سنوریں تو آپ کا روزہ بیکار ہے۔ اگر رمضان میں نمازیں سنور جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نمازیں روزہ کا معراج بن جاتی ہیں۔ دراصل روزہ کے دوران جتنی نمازیں سنواریں گے اُتنا ہی روزہ کا پھل پائیں گے۔ اگر نماز میں آپ کی نمازیں اِس حد تک سنور جائیں کہ خدا تعالیٰ نظر آ گیا اور گویا اللہ تعالیٰ آپ کو نظر آ کر آپ کو دیکھنے لگا یہ وہ صُورتیں ہیں جو روزہ کی فضیلت میں آپ کے پیشِ نظر رہنی چاہئیں (روزنامہ الفضل 4 جنوری 1999)۔

روزہ رکھنے کی تڑپ:۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور میں روزے رکھوں گا مگر وہ بوجہ بیماری

روزے نہ رکھ سکا تو وہ بفضلِ خدا آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے'' (از ملفوظات جلد 2 صفحہ 564)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اِس کی پُر معارف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' لیکن اِس دنیا کو دھوکہ دے سکتے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ کو بھی فریب دے لیں گے اور جو حقیقی بہانہ جُو ہیں اُن کا دل رمضان آنے پر بالکل خوش نہیں ہوتا اور سچے مومنوں کا فرق بھی ہو جاتا ہے جو کہ رمضان کے فیوض سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اِن کی تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی بَن پڑے وہ روزہ رکھیں اور بیماریوں کے بہانے اِن کی راہ میں ہرگز حائل نہ ہوں۔ ایسے لوگ جو معمولی سی بیماریوں کا بہانہ کرنے سے روزے نہیں رکھتے اور سارا سال بھی روزوں کی گنتی پُوری نہیں کرتے وہ لوگ اپنی عمریں ہی گنوا بیٹھتے ہیں''

(حوالہ از رسالہ خالد دسمبر 1998 صفحہ 6)

پس اگر حضرت مسیح موعودؑ کی روزہ کے بارہ میں تحریرات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو آپ ہمارے لئے باریک در باریک مسائل کی تفصیل کھولتے چلے جاتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

'' خدا تعالیٰ انسان کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے کہ وہ صِدق اور اخلاص رکھتا ہے خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اِس کے دل میں درد ہے پھر خدا تعالیٰ اِسے ثواب بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قبلِ قدر شئے ہے'' (از ملفوظات جلد 2 صفحہ 564)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اِس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' کہ روزہ سے محرُومی کی وجہ سے اگر دردِ دل ہو تو یہ بہت ہی اعلیٰ نشان ہے اِس بات کا واقعتہً تمہاری روزہ سے محرُومی ثواب سے محروم نہیں رہے گی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ تو فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے دردِ دل والے کو عام روزہ دار کے ثواب سے بھی زیادہ اجر ملتا ہے''۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کی عظمت اور اہمیت کو سمجھنے اور اِس کی برکات و فیوض سے بھرپُور فیض یاب ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(ٹائپنگ: شازیہ سید)

اِک سائبانِ خیر

عبد الشکور، سینٹرل جرسی

ظاہر رضائے یار کے عنواں ہوئے تو ہیں
پورے تمہاری دید کے ارماں ہوئے تو ہیں

ہم نے بھی اپنے صبر کا دامن بہم رکھا
فرقت میں تیری، ہجر کے درماں ہوئے تو ہیں

اِن تیز و تُند موسموں کی دھوپ چھاؤں میں
اِک 'سائبانِ خیر' کے ساماں ہوئے تو ہیں

کرتا نہ کیوں میں شُکر ترے التفات کا
رستے لِقائے یار کے آساں ہوئے تو ہیں

بُجھنے کو تھی حیات گر ہوتا نہ تیرا ہاتھ
تھے مضمحل چراغ، فروزاں ہوئے تو ہیں

نظّارگیٔ دِید کی قوس و قزح کے رنگ
زینت سرائے دِیدۂ گِریاں ہوئے تو ہیں

مدّ و جزر خیال کے اور سوچ کے بھنور
آسُودۂ سکوں، کسی عنواں ہوئے تو ہیں

ماہ صیام کی فضیلتیں

امتہ الباسط، بروکلین

ارشاد ربانی ہے کہ؛

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس تم میں سے جو بھی اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو'' (البقرہ:186)

مندرجہ بالا آیت میں روزہ جیسے فرض کی ادائیگی کا حکم ہوا ہے۔ امتِ مسلمہ میں سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے جو کہ نواں اسلامی مہینہ یعنی رمضان کا مہینہ ہے۔ ملحوظ رہے کہ مختلف امتوں میں روزوں کی تعداد مختلف تھی یہ فرض سب پر تھے جیسے یہودیوں میں سال میں چالیس دن، قوم نوح سارا سال، حضرت داؤدؑ کی قوم ایک ناغہ سے روزہ رکھتی۔ نصاریٰ پر چالیس دن کے روزے فرض تھے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اسمیں انسانی فطرت کے مطابق انسان کی اصلاح اور دنیوی و اخروی زندگی کی نجات کے لئے متعدد احکام نازل ہوئے روزہ ارکان اسلام میں تیسرے نمبر پر ہے جو 2ھ میں امت محمد ﷺ پر فرض کیا گیا ارشاد خداوندی ہوا کہ ''اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تا کہ تم تقوٰی کی نعمت سے سرفراز کئے جاؤ'' (البقرہ:184)

رمضان کے معنی جلا دینا اور صوم کے معنی رُک جانا اور ترک کر دینا ہیں۔ گھوڑا چلتے چلتے رُک جائے تو عرب پکار اٹھتے (صوم) ہوا بند ہو جائے تو کہتے (صوم) اصطلاحی معنوں میں صوم سے مراد صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور مباشرت سے رکنا ہے۔ دراصل انسانی زندگی میں یہی خواہشات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جن سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔ روزہ کو ڈھال قرار دیا گیا ہے یعنی گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ رمضان کی فضیلت دوسرے تمام مہینوں سے زیادہ ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا جو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ لیلۃ القدر اسی مہینے میں ہے جس کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص نظر اپنے مخلص بندوں پر پڑتی ہے جب انکی خاص روحانی کیفیت ہوتی ہے اور اللہ کے خاص فضل اور قرب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کسی نے رمضان کے پورے روزے رکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوا جیسے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو''۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو جو فاقہ سے پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے''۔

رمضان میں ایک مومن کی انتہائی کوشش ہونی چاہیئے کہ تقویٰ کی راہوں پر چلے، قرب الٰہی کے حصول کے ان ایام کو قطعاً ضائع نہ کرے تا کہ معرفت خداوندی حاصل سکے۔ رمضان کا پہلا عشرہ ''رحمت'' دوسرا ''مغفرت'' اور تیسرا جہنم سے نجات کا عشرہ کہلاتا ہے۔

پہلے عشرے میں کثرت سے یہ دعا کرنی چاہیئے **اللّٰھُمَّ اغفِر وارحَم وَاَنتَ خَیرُالراحمین**
دوسرے عشرے میں کثرت سے یہ دعا مقبول ہے۔ **اَستَغفِرُ اللّٰہ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَاَ تُو بُ اِ لَیہ**
تیسرے عشرے میں آگ سے نجات کے لئے یہ دعا کرنی چاہیئے۔ **اللّٰھُمَّ اَجِر نیِ مِنَ النَّار**

ان کے علاوہ اور بھی مسنون دعائیں کثرت سے ان بابرکت ایام میں کرتے رہنے میں ہی ہماری بھلائی ہے۔آخری عشرے میں حضرت عائشہؓ کی یہ دعا بھی کثرت سے وردِ زبان ہونی چاہیے۔

اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی

انسان میں دو قسم کی صفات ہوتی ہیں ملکیت یعنی فرشتہ پن اور بہیمیت یعنی شیطانی خیالات۔ملکوتی صفات کے فروغ سے صبر وقناعت،ضبط نفس اور نیکی کی عادات پیدا ہوتی ہیں جبکہ بہیمیت غالب آجائے تو شیطانی خیالات اور شہوانی جذبات فروغ پاتے ہیں۔روزہ کا اصل مقصد اور حکمت یہی ہے کہ خیر کی قوتوں کو شر کی قوتوں پر غالب کردیا جائے تاکہ انسان میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

روزہ سے قادر مطلق پر یقین پختہ ہوتا ہے۔ضبط نفس کی صلاحتیں پیدا ہوتی ہیں،صبر،استقامت تحمل،یکسوئی،توکل اور دینوی ترجیحات وتحریصات سے مقابلہ کی قوت پیدا ہوتی ہے۔نماز،زکوۃ اور حج اظہاری عبادات ہیں مگر روزہ کا تعلق صرف اور صرف باطن سے ہے۔اجتماعی پہلو سے روزہ یہ حکمت رکھتا ہے کہ اس بابرکت ماہ میں ایک ایسی فضا قائم ہوجا تی جس میں نیکی پر چلنا آسان ہوجاتا ہے ہر فصل اپنے موسم میں خوب پھلتی پھولتی ہے اسی طرح نیکیاں اس ماہ میں بڑھتی ہیں لوگوں کو غرباء کی بھوک کا احساس ہوتا ہے باجماعت نماز تہجد وتراویح سے ان کے درمیان اجنبیت باقی نہیں رہتی اس طرح مسلم معاشرے پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔رمضان میں نگاہ کی حفاظت،زبان کی حفاظت،کان کی حفاظت،تمام جسمانی اعضاء کی حفاظت، حلال کھانے سے سحری وافطاری اور خوف خدا پیدا کرنے کی کوشش از بس ضروری ہے۔

قارئین کرام ایک سٹوڈنٹ کو امتحانی پرچہ حل کرنے کے لئے تین گھنٹے دیے جاتے ہیں پہلے گھنٹے میں وہ ذرا آہستہ آہستہ لکھتا ہے دوسرے گھنٹے میں ذرا تیزی دکھاتا ہے اور پھر تیسرا گھنٹہ اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کوئی کمی نہ رہ جائے اور سارا پرچہ حل کرلے یہی کیفیت رمضان کے پہلے،دوسرے اور تیسرے عشرے میں ایک مومن کی ہوتی ہے اور وہ تیسرے عشرے میں اپنی انتہائی کوشش سے اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے کمربستہ ہوجاتا ہے۔آیئے ہم عہد کریں کہ اس روحانی بہار کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو اس طرف ایسے طریقے سے مائل کریں کہ وہ رب کعبہ ہمارے دامنوں کو اپنی برکتوں ،رحمتوں اور فضائل سے بھردے۔**آمین اللّٰھُمَّ آمین**۔

(ٹائپنگ:شازیہ سیّد،کولمبس،اوہائیو)

احمدیت افریقہ میں

پروفیسر محمد شریف خاں، فلاڈلفیا

مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کے قلم سے النور جولائی 2011 میں حضرت ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑک ؓ کی زندگی کے بارے میں مضمون چھپا ہے، جس سے مشرقی افریقہ میں احمدیت کے بارے میں بہت سی یادیں تازہ ہوگئی ہیں، جو آج میں قارئین النور سے شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے مرحوم والد ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی نے ۱۹۲۱ میں محکمہ صحت تنزانیہ (ٹانگانیکا) جائن کیا۔ جہاں ممباسہ اور نیروبی میں احمدی احباب سے ملاقات کے بعد جب میل جول بڑھا، ملانوں کے خاندان سے تعلق کی بنا پر احمدیت کے خلاف بہت کچھ سنا ہوا تھا، مگر یہاں کوئی اور ہی بات دیکھی، دعاؤں، نمازوں، قرآنِ کریم کی تلاوت پر زور۔ سچے اور کھرے لوگ۔ اگر کچھ شکوک تھے تو احمدی احباب سے بات چیت سے رفع ہوگئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے 1923 میں بیعت کی توفیق دی، الحمدللہ۔ افریقہ میں اس وقت کے احمدیوں میں نمایاں بابو محمد عالم صاحب (سٹیشن ماسٹر)، ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کڑک (آف گوجرانوالہ)، ڈاکٹر محمد دین صاحب (آف گوجرانوالہ)، عبدالکریم صاحب ڈار (آف سیالکوٹ) اور عبدالسلام لون صاحب، عبدالسلام بھٹی صاحب محکمہ تعلیم سے منسلک تھے، غوری صاحب (مجھے صحیح نام یاد نہیں)، طفیل احمد صاحب ڈار، مکرم مختار احمد صاحب ایاز (مربی)، قاری محمد یٰسین صاحب (مربی) اور دوسرے احمدی احباب نے پوری دلجمعی سے تبلیغ کر کے مشرقی افریقہ میں احمدیت کے پیغام کو دور دور پہنچایا اور نومبائعین کی تعلیم و تربیت میں بھرپور حصہ لیا۔ اور پھر یہ تبلیغی جہاد محترم شیخ مبارک احمد صاحب کے 1934 میں افریقہ میں رئیس التبلیغ کے طور پر پہنچنے پر زور و شور سے آگے بڑھا، اور کئی دور دراز علاقوں میں جماعتیں قائم ہوئیں۔

منسلکہ نایاب تصویر جو 1940 میں ممباسہ میں بنائی گئی تھی، جس میں اُس وقت کے چیدہ احباب دیکھے جاسکتے ہیں۔ محترم مختار احمد صاحب ایاز بڑی شستہ طبیعت کے مالک تھے، ہم بچوں کو قرآنِ کریم اور نماز کا سبق پڑھانے آتے تھے۔ جب آپ بچوں کو پڑھاتے تو ٹوپی آڑی کر کے پہنتے، جو ہم بچوں کے لیئے دلچسپی کا باعث ہوتی، بڑے پیار اور محبت سے پڑھاتے تھے۔ قاری یٰسین صاحب کچھ serious استاد تھے قاعدہ یسرنا القرآن، اردو اور حساب پڑھاتے تھے۔ محترم ڈاکٹر محمد دین صاحب بھی مہربان بزرگ تھے۔ آپ 1947 کے ارد گرد قادیان ریٹائر ہو کر آگئے تھے جہاں انہوں نے ڈسپنسری قائم کر لی تھی۔ میں اکثر جب گزرتے ہوئے آپ کو سلام کرنے جاتا تو ایک دو ٹافیاں دیا کرتے۔ ہم بچے انہیں ٹافیاں والے چچا کہتے۔ میرے خیال میں انکا کوئی بیٹا نہیں تھا، ایک بیٹی تھی جسے ملنے اباجی ایک دفعہ مجھے ساتھ لیکر گوجرانوالہ شہر میں گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک جواں سال نواسہ تھا، جسکا نام اباجی کے نام پر حبیب اللہ رکھا گیا تھا، اُس وقت ہائی سکول کا طالب علم تھا۔ محترم حضرت ڈاکٹر عبدالغنی کڑک صاحب سے میری ملاقات قادیان میں ہوئی، جب آپ اباجی کو ملنے آئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب دھان پات جسم کے مالک تھے، ہاتھوں پر پُھل بہری کے نشانات تھے۔ آپ خوب کڑک دار اونچی آواز میں بات کرتے، کہ سننے والا حیران ہوتا، اسے مشکل سے یقین آتا کہ یہ زوردار آواز ڈاکٹر صاحب کی ہی ہے۔ محترم عبدالکریم ڈار صاحب محکمہ ریلوے میں مکینیکل انجینیئر تھے۔ آپ کی بیگم صاحبہ میری والدہ مرحومہ کی سہیلی تھیں۔ قادیان میں منتقل ہونے پر یہ تعلقات دونوں کے درمیان مزید گہرے ہوئے۔ ڈاکٹر طفیل احمد ڈار صاحب میڈیکل کی تعلیم لے رہے تھے، چنانچہ میرے والد اور دوسرے ڈاکٹر صاحبان انکی مدد کرتے۔ ڈاکٹر طفیل کے دو بھائی بشیر احمد اور نذیر احمد تھے وہ بھی ان بزرگوں سے اکتسابِ علم کیا کرتے تھے۔ اباجی کا حساب اچھا تھا، اس لیئے حساب پڑھاتے۔ ڈاکٹر طفیل صاحب ریٹائر ہو کر ربوہ سیٹل ہو گئے تھے، اور ان کے دولڑکے تعلیم الاسلام کالج میں کچھ عرصہ پڑھتے رہے، پھر سب لندن چلے گئے۔ بشیر ڈار اور نذیر ڈار لندن میں سیٹل ہیں۔ افریقہ میں اسوقت بچوں کے لیئے تعلیمی ادارے خال خال تھے، اکثر لوگ اپنے بچوں کو قادیان بھجوا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اباجی 1940 میں ہمیں قادیان چھوڑ آئے تھے۔ یہ یادگار تصویر قادیان کے لیئے روانگی کے موقعہ پر لی گئی تھی۔

تصویر کی تفصیل

دائیں سے بائیں کرسیوں پر: ڈاکٹر محمد طفیل صاحب ڈار (ابن عبدالکریم صاحب ڈار)۔ قاری محمد یٰسین صاحب۔ ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی۔ ڈاکٹر احمد دین صاحب۔ عبدالکریم صاحب ڈار۔ مختار احمد صاحب ایاز۔ **فرش پر:** بچی (بنت قاری محمد یٰسین صاحب)۔ محمد معین خان (ابن ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب) حال میامی، امریکہ۔ محمد شریف خان (ابن ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب) حال فلاڈلفیا، امریکہ۔ بچہ (ابن قاری محمد یٰسین صاحب)۔